هو الباقی

سلسلۂ مطبوعات اسلامیہ دار الاشاعت دہلی

نمبر ۹

عالمگیر غازی رح

با تصویر

جسمیں

ملک الاعظم حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل حالاتِ زندگی۔ اور غیر مسلم معترضین کے تمام اعتراضات کے مفصل اور مدلل جوابات درج کیے گئے ہیں۔

از

جناب پیرزادہ سید عزیز حسن صاحب بقائی اڈیٹر رسالہ پیشوا دہلی

پبلشر

ن اس منیجر رسالہ پیشوا دہلی

مطبوعہ اتحاد پرنٹنگ ورکس دہلی

قیمت آٹھ آنے

بار اول

عزالبقائی

انتساب

میں نہایت خلوص اور محبت کیساتھ کتاب " عالمگیر غازیؒ " کے اوراق پریشان کو اپنے محترم بھائی، اور اسلام کے سچے شیدائی حضرت مولٰنا کشفی شاہ صاحب نظامی آف رنگون کی خدمت میں ممدوح کی ان والہانہ تبلیغی اور تنظیمی خدمات کے اعتراف میں پیش کرتا ہوں، جو آں محترم دس سال سے فتنہ ارتداد کے انسداد اور مسلمان قوم کی پراگندگی دور کرنے کے لئے انجام دے رہے ہیں نیز اس لئے بھی مغل اعظم کی سوانحعمری کا ڈیڈی کیشن حضرت مولانا کشفی شاہ صاحب کے نام ہونا چاہیئے کہ مغل امپائر کے آخری تاجدار حضرت سراج الدین ابوظفر بہادرؒ شاہ دہلی کے مزار مبارک واقع رنگون کو واگذار کرانے اور اس بے نشان تاجدار کی قبر کو شاندار مقبرہ کی صورت میں تبدیل کرانے میں ممدوح کی خاموش کوششوں کو بہت دخل ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

پیش کنندہ عزیز حسن بقائی مدیر پیشوا دہلی

۴ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون

ملک الاعظم حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند سے زیادہ بدنصیب خدا کی اس وسیع زمین پر دوسرا فرد شاید کوئی نہ ہوگا جس کیساتھ دوستوں اور دشمنوں نے یکساں عداوت کا اظہار کیا۔

دشمنوں میں ایک ملکی جماعت ہنود کی تھی جس نے اپنے اس محسن اعظم کے احسانات کا چن چن کر بدلہ لیا جس نے ہندو مندروں اور سکھ گردواروں کو کروروں روپے کی جاگیریں اسلامی خزانہ سے مرحمت فرمائیں اور جس نے انصاف کے معاملہ میں کبھی ہندو مسلمان کا سوال پیدا نہیں ہونے دیا۔ اور جس کے دربار اور فوج کی رونق بڑے بڑے چندربنسی اور سورج بنسی راجپوتوں سے تھی اور جس کے پسینہ کی جگہ بڑے بڑے ہندو سورماؤں نے خون کے دریا بہا کر اسکی خوشنودی حاصل کی۔ اور جس نے نہایت پامردی کے ساتھ دہریت والحاد کا مقابلہ کر کے شریعت اسلام کو دہریت کے اس سیلاب سے بچایا جو اکبر اعظم کے وقت سے عقائد اسلامی کو خس وخاشاک کی طرح بہائے لئے جا رہا تھا

ملک الاعظم پر اس غدار جماعت کی جانب سے جس کے مشاہیر کل تک اسکی اولاد کی رکاب تھام کر چلنے کو اپنی انتہائی عزت سمجھتے تھے۔ آج اس جرم میں کمینہ الزامات گھڑے جاتے

ہیں کہ وہ ایک پابند شریعت مسلمان کیوں تھا؟ اسنے اس خوفناک سلطنت کو اپنی شمشیر خارا شگاف سے کیوں ٹکڑے ٹکڑے کیا، جو اس عظیم الشان ہندوستانی سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کیلیئے اسکے باپ دادا کے پروردوں نے قائم کیا تھا اور جس میں بعض ناخلف مغلوں نے بھی شرکت کی تھی۔

اللہ اللہ! آج اس عظیم الشان شخصیت پر اس محسن کش قوم کے بعض کمین افراد یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسکی مقدس بیٹی غدار سیواجی سے پھنسی ہوئی تھی اور اورنگ زیب جیسا متقی اور منصف مزاج بادشاہ جبتک سو امن جینو ہندوؤں کے نہ تڑوا لیتا اسوقت تک کھانا نہ کھاتا۔ غرضکہ دنیا کا کوئی بدترین الزام ایسا نہ تھا جو اس اولوالعزم اور بہادر بادشاہ پر شریر ہندوؤں نے نہ لگایا ہو۔ ڈراموں میں اس مقدس اور بہادر بادشاہ کو واقعات کیخلاف سیواجی کے سامنے عاجز دکھایا گیا۔ سکھوں کے گرو صاحبان پر مظالم کے فرضی، افسانے ہندو اہل قلم نے صرف اسلیئے تصنیف کیئے کہ اس نفرت کو درجہ تکمیل کو پہونچایا جائے جو ہندو قوم عالمگیر غازی کیخلاف پیدا کرنا چاہتی تھی انمیں سکھوں کو بھی شریک کرلیا جائے اور جہانتک پر۔ پیگنڈے کا تعلق ہے ہندو قوم کے وہ شریر افراد جو اورنگ زیب کیخلاف ادھار کھائے بیٹھے تھے اپنے اس ناپاک مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ کہ اسکے ذریعہ سے ہندو مسلمانوں اور سکھوں میں افتراق کی ایک ایسی خلیج حائل کردیجائے جس کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد ایک ایسا خواب ہوجائے جس کی تعبیر کبھی نہ ہوسکے۔

مگر اس عالم ظلمات میں لالہ سجان رائے اور مسٹر جادو ناتھ سرکار، کپتان ہملٹن وغیرہ جیسے شریف غیر مسلم علم کی روشن شعلیں لیکر اٹھے اور اس پر، پیگنڈا کے تار و پود بکھیر کر رکھدیئے جو صدیوں سے مقدس اورنگ زیب کیخلاف جاری تھا اور ان بے حقیقت افسانوں کو جب تاریخ کی کسوٹی پر کسا گیا جو شریر ہندو فسانہ تراشوں اور نام نہاد یورپین مورخوں نے اورنگ زیب کے متعلق تصنیف کئے تھے تو یہ حقیقت صاف طور پر نظر آنے لگی کہ اورنگ زیب

اس نیلگوں آسمان کے نیچے سب سے زیادہ مظلوم انسان ہے جسکو گناہگار ثابت کرنے کے لیئے اپنوں اور غیروں نے یکساں کوشش کی۔

غیروں نے الزام تراشی کی اور اپنوں نے خاموشی برتی بہرحال بیسویں صدی کے شروع میں مسلمانوں میں سب سے پہلے علامہ شبلی مرحوم کو اس محترم سلطان کی مظلومیت احساس ہوا۔ اور انہوں نے "اورنگ زیب پر ایک نظر" ایک مختصر اور مدلل پمفلٹ شائع کیا اور یہ اردو زبان میں پہلی دستاویز تھی جو اورنگ زیب کی معصومیت کی علمی دنیا کے سامنے پیش کی گئی پھر چوتھائی صدی تک مسلمانوں پر جمود کا عالم طاری رہا اور اسکے بعد جسٹس سمیع احمد بیگ نے کیپٹن ہملٹن کی کتاب "ہند عہد اورنگ زیب میں" کا اردو ترجمہ شائع کرکے دوسری دستاویز ملکی زبان میں شائع کی۔ اسکے بعد تیسری دستاویز "وقائع عالمگیر" کے نام سے چودھری نبی احمد سندیلوی نے شائع کی۔ اور اسکے علاوہ اکثر اخبارات و رسائل نے اپنے خاص خاص نمبروں میں "رقعات عالمگیر" اور "فرامین عالمگیر" وغیرہ کے عنوانات سے مشاہیر اور محقق اہل قلم کے مضامین شائع کئے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ملک الاعظم کیخلاف جس شدومد سے پروپیگنڈا کیا گیا تھا اس کا چالیسواں حصہ بھی اظہار حقیقت کیلیئے شائع نہ ہوسکا اور ان کتابوں اور مضامین کے بعد بھی ایک بسوط اور مدلل کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو عالمگیر کی بیگناہی کو ثابت کرسکے۔

مجھے اس کتاب "عالمگیر" کا دیباچہ لکھنے سے بڑی خوشی ہوئی جس کے مصنف میرے محترم بھائی جناب خواجہ عزیز حسن نقائی پیرزادہ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ ہیں جو اپنے نامور اور خوشنما رسالہ کے ذریعہ ملک و ملت کی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں اور جن کی شخصیت یقیناً تعارف سے بے نیاز ہے۔

مگر ناسپاسی ہوگی۔ اگر میں یہ عرض نہ کروں کہ عالمگیر اپنی ہمہ گیری کے لحاظ سے ایک

ایسی تالیف ہی جو اس سے پہلے اردو میں تو کیا انگریزی اور فارسی میں بھی آج تک شائع نہیں ہوئی، مجھے تعجب ہے کہ حافظ صاحب نے اپنی عادت کیخلاف اس کتاب میں بجائے پرجوش الفاظ استعمال کرنے کے اور جذبات سے اپیل کرنے کے متین الفاظ استعمال کرکے دلائل اور واقعات سے دشمنان عالمگیر کو دندان شکن جواب دینے میں کیونکر کامیابی حاصل کرلی

"عالمگیر ایک ایسی زنجیر ہے جسمیں وہ تمام کڑیاں منسلک کردی گئی ہیں جو آج تک بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ اور "عالمگیر" میں ان تمام اعتراضات کے مدلل جوابات ہیں جو آج تک اورنگ زیب کی ذات پر کئے گئے۔ "عالمگیر" میں ان تمام مسلم اور غیر مسلم مشاہیر کے بیانات کے خلاصے دئے گئے ہیں جو آج تک عالمگیر کے مخالف و موافق ہندوستان کی کسی زبان میں شائع ہوئے ہوں۔

غرضکہ عالمگیر میں وہ سب کچھ ہے جس کی آج کل ضرورت ہوسکتی ہے۔ اور میں بڑی خوشی کے ساتھ عالمگیر کا خیر مقدم کرتے ہوئے حافظ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی محنت اور تلاش سے اردو زبان میں ایک ایسی ضروری کتاب کا اضافہ ہوا جو آج تک شائع نہیں ہوئی تھی، اور جس کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کیجارہی تھی اور جس کے انتظار میں مظلوم عالمگیر کی روح بے چین تھی۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ مصنف اس طرح کی اور کتابیں بسلسلہ فاتحان اسلام شائع کرنیوالے ہیں۔ خدا ان کے اس نیک ارادہ میں برکت دے، اور انکو مسلمانوں کو اسلام کے جانباز سپاہیوں کے حالات سے باخبر رہنے کی توفیق عطا کرے۔

خاکسار

عبدالحمید خاں اڈیٹر رسالہ مولوی دہلی

یکم نومبر ۲۹ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ

ھوالباقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عالمگیرؒ

خاندانی حالات

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا بانی محمد ظہیر الدین بابر ہے جس نے پانی پت کے مشہور میدان میں ابراہیم لودھی کو ۱۵۲۶ء میں شکست دیکر دہلی پر قبضہ کر لیا تھا بابر ۱۴۸۲ء میں اپنے آبائی وطن فرغانہ میں پیدا ہوا۔ بابر اور اس کے ہموطن تاتاری نسل سے ہیں۔ اس کی ماں چنگیز خاں کے خاندان سے تھی لیکن باوجود اس کے اسے مغلوں سے کوئی خاص محبت نہ تھی۔ باپ کی طرف سے بابر کا سلسلہ نسب ایشیا کے مشہور فاتح امیر تیمور سے ملتا ہے۔ جب بابر پیدا ہوا تو تیمور کی عظیم الشان سلطنت کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھی۔ بابر کے باپ عمر شیخ مرزا نے جو کابل کا حاکم تھا فرغانہ بھی فتح کر لیا تھا۔ بارہ برس کی عمر میں اپنے باپ کے انتقال کے بعد بابر تخت نشین ہوا۔ بابر کو تخت حاصل کرنے کے لیے کن دقتوں، مصیبتوں، اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایک مشہور اور طویل داستان ہے۔ اسے دس برس تک طرح طرح کے انقلابات سے سابقہ پڑا۔ کبھی وہ اپنی جان بچانے کے لیئے پہاڑوں میں چھپتا پھرتا تھا اور کبھی ایک جرار فوج کے ساتھ اپنے دشمنوں کے خلاف صف آرا ہوتا تھا۔ کبھی

فتح کے نشہ میں اس نے ظلم سے کام کیا اور نہ شکست و ہزیمت سے اس کے دل میں مایوسی پیدا ہوئی۔ ۱۵۰۴ء میں بابر کابل فتح کرنے کے بعد تمام افغانستان کا مالک ہوگیا۔ بابر کو ہندوستان میں تین زبردست لڑائیاں لڑنی پڑیں ایک ابراہیم لودھی کے خلاف۔ دوسری راجپوتوں اور تیسری پٹھانوں کے خلاف۔ تینوں میں ہمیشہ اس کی فتح ہوئی لیکن بابر کو اتنی مہلت نہیں ملی کہ وہ اپنی نئی سلطنت کی بنیادیں استوار کرتا۔ ہندوستان ابھی فتح ہوا تھا۔ اسکا بھی انتظام و استحکام باقی تھا اسکے دل میں نہ معلوم کیا کیا امنگیں باقی ہوں گی کہ ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء میں انتقال ہوگیا۔

۱۵۳۰ء میں ہمایوں اپنے باپ کی جگہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ وہ بڑا شائستہ طبیعت کا سخی، فیاض، متواضع خلیق، منکسر المزاج، نخوت و غرور کا دشمن اور صاحب مروت انسان تھا۔ ایثار و قربانی اس کی فطرت میں داخل تھی ہر شخص سے شریفانہ برتاؤ کرتا تھا لیکن اس شرافت اور اخلاق کے باوجود وہ کسی قدر کوتاہ اندیش تساہل پسند اور لاپروا بھی تھا۔ ہندوستان ابھی نیا نیا فتح ہوا تھا اور اس کی تاسیس اور استحکام باقی تھا۔ چاروں طرف اس کے دشمن ہی دشمن تھے اور ہندوستان میں سب سے بڑا دشمن اسکا شیر شاہ تھا۔ اور اس کے اپنے بھائی اس کے ساتھ غداری کرنے کو ہر وقت موجود تھے۔ ہمایوں نے شیر شاہ کے تعاقب میں اپنا بہت سا وقت غفلت و تساہل اور بزم آرائیوں میں صرف کر دیا۔ اسی کاہلی غفلت اور بھائیوں کی غداری کی وجہ سے اسے ہندوستان چھوڑ کر ایران میں پناہ لینی پڑی۔ ہمایوں کی زندگی اگرچہ ناکامیوں کی ایک مسلسل داستان ہے لیکن یہ دیکھکر خوشی ہوتی ہے کہ بالآخر اس نے شاہ ایران کی مدد سے پھر ہندوستان پر قبضہ کر لیا لیکن چھ مہینے کے بعد ہی اس دار فانی سے رخصت ہوگیا۔ اگرچہ اس کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ہم پر اسکا رعب داب اور جاہ و جلال قائم نہیں ہوتا لیکن اسکے حسن اخلاق

اور شرافت کے خیال سے ہم بے اختیار اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں
ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی بنا اگرچہ بابر نے رکھی تھی لیکن اسکی تاسیس
اور استحکام اور توسیع و ترقی اکبر کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سلطنت
مغلیہ کا اصلی بانی اکبر ہی کو مانا جاتا ہے۔ اسی لیے تاریخ میں اکبر کو اکبر اعظم کہا گیا ہے۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ اکبر کے کارناموں پر نظر ڈالئے تو وہ اس لقب کا ہر طرح
مستحق نظر آتا ہے۔ اکبر اعظم نے راجپوتانہ، گجرات، بنگال واڑیسہ، سندھ۔ بلوچستان
کشمیر اور دکن کا تھوڑا سا حصہ پوری طرح فتح کیا۔ فتوحات کے ساتھ اکبر نے انتظام
مملکت کی طرف بھی توجہ کی۔ آئین اکبری کے صفحے ان اصلاحات سے بھرے پڑے ہیں
جہاں اس کتاب سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ شاہانہ تزک و احتشام پر کروڑوں
روپیہ صرف ہوتا تھا۔ وہاں دولت مغلیہ کے استحکام، رعایا کی فارغ البالی اور عمدگی
انتظامات کی بھی شہادت ملتی ہے لیکن سلطنت کی تاسیس اور استحکام سلطنت کے علاوہ اکبر کا عہد
یگانگت اور میل ملاپ کے لیے بھی مشہور ہے جو ہندو اور مسلمانوں کے درمیان پیدا
ہوا۔ اس سے لازمی طور پر ہندوستان کی معاشرت اور اخلاق و مذہب میں ترقی
ہوئی۔ اس زمانہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب و اخلاق کی
دنیا میں تنگ نظری اور تعصب کی بجائے ان وسیع تر اور بلند تر جذبات کا دور دورہ
تھا جنکو صوفیانہ خیالات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جن سے عالمگیر برادری
باہمی اخوت۔ اور انسانی زندگی کی قدر و منزلت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

جہانگیر جیسا تعلیم یافتہ لائق عالم و فاضل تھا ویسا ہی مذہب کا حامی بھی تھا
اکبر نے مذہب میں جو کچھ روک ٹوک کی تھی۔ اس نے سب کو موقوف کر دیا۔ اسکے علاوہ
وہ اعلیٰ درجہ کا سپہ سالار تھا۔ جہاں اسے لڑنا پڑا وہ نہایت عمدگی اور شجاعت سے لڑا۔ اکبر
کے انتقال کے بعد بہت سی خامیاں انتظام سلطنت میں باقی رہ گئی تھیں۔ اور

کہیں کہیں شورشیں بھی برپا ہوئیں اس نے نہایت قابلیت، اور اولوالعزم اور منتظم حکمران کی طرح بغاوتوں کو فرو کیا۔ اور اکبر اعظم سے زیادہ مستحکم سلطنت آنکھیں بند ہونے کے بعد چھوڑی۔ جہانگیر اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا۔ بہت عمدہ آرٹسٹ تھا۔ اس کے عہد میں علوم و فنون کو بڑی ترقی ہوئی۔

جہانگیر کے بعد شاہجہاں تخت پر بیٹھا۔ شاہجہاں طاقتور، وجیہہ صورت۔ باوقار، ہنس مکھ، نفاست پسند اور ہر دلعزیز بادشاہ تھا۔ آخر میں اس کی طبیعت بھی آرام طلبی کی طرف مائل ہوگئی، شاہجہاں کے زمانہ میں مغل امپائر کی شان و شوکت کی انتہا ہوگئی تھی۔ اس نے بڑی بڑی عالیشان عمارتیں بنوائیں۔ اس نے آخر عمر میں ایک سخت غلطی کی اور وہ یہ کہ سلطنت کا تمام انتظام داراشکوہ جیسے غیر منتظم شہزادے پر ڈال دیا۔ داراشکوہ کی یہ خواہش تھی کہ اپنے بھائیوں کو قتل کر کے خود سلطنت حاصل کرے داراشکوہ کی بدنیتی کی وجہ سے اور اپنی حفاظت کے لیے شجاع۔ مراد۔ اور اورنگ زیب کو اس کے خلاف لڑنا پڑا۔ شجاع کو شکست حاصل ہوئی۔ اورنگ زیب نے دارا کو شکست دے کر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ جس کے تفصیلی اور مکمل حالات کسی ایک جگہ آج تک شائع نہیں ہوئے تھے اور یہی اس کتاب کی تالیف و اشاعت کا مقصد ہے کہ متعصب اور غرض مند ہندو اور انگریز اہل قلم اور مورخوں نے اس نیک دل۔ رعایا پرور، متقی، منتظم، دلیر، اولوالعزم حکمران (عالمگیر) کے خلاف زہر اگلا ہے اس سے اردو داں طبقہ کو باخبر کر کے اس کی مدلل تردید کی جائے، و ما توفیقی الا باللہ

پیدائش تعلیم اور ابتدائی حالات

ملک الاعظم حضرت محی الدین غازی اورنگ زیب عالمگیرؒ شاہ جہاں کی چہیتی بیوی ارجمند بانو بیگم (ممتاز محل) کے بطن سے ۴ نومبر ۱۶۱۸ء یوم یکشنبہ مالوہ کی سرحد پر بمقام دوحد پیدا ہوا۔ اسوقت اس کا باپ دکن کا وایسرائے تھا لیکن ابھی

سلطان الاعظم حضرت اورنگزیب غازی
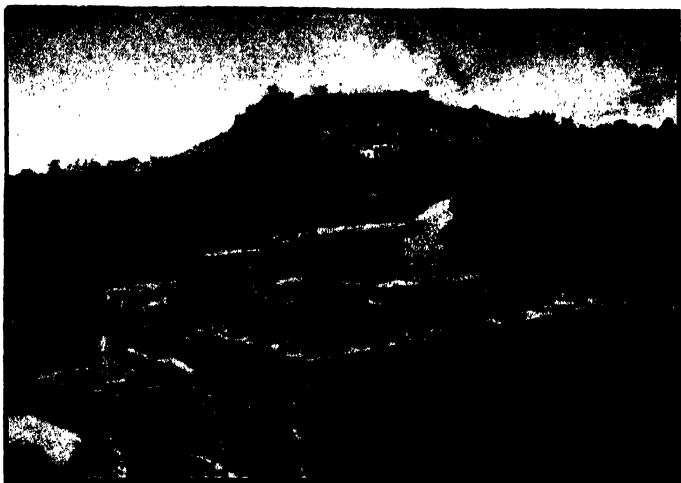
اورنگ آباد دکن کا قلعہ

شہزادہ کی عمر صرف دو ہی سال کی تھی کہ شاہ جہاں نے اپنے باپ جہانگیر کے خلاف بغاوت کی اور چار سال تک بنگال و تلنگانہ میں مارا مارا پھرا۔ آخر تنگ آکر جہانگیر سے معافی کا ملتجی ہوا۔ اور اس شرط پر اس کی معافی منظور کی گئی کہ وہ اپنے دو بیٹوں دارا شکوہ اور اورنگ زیب کو پایہ تخت روانہ کر دے۔ جہانگیر کے دربار میں دونوں شہزادے نور جہاں کی نگرانی میں رہے اور اس زمانہ کے حالات باوجود تلاش کے تاریخی کتب میں نہیں ملتے۔ ۱۶۲۶ء میں جہانگیر کے انتقال کے بعد جب شاہجہاں تخت نشیں ہوا تو اسوقت اورنگ زیب کا الاؤنس پانچسو روپیہ مقرر ہوا اور باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔

اورنگ زیب کی تعلیم کے متعلق بھی ہم کو تاریخی کتب میں کچھ زیادہ حالات نہیں ملتے لیکن اتنا وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسے بڑے بڑے علماء کی شاگردی کی عزت نصیب ہوئی۔ عربی اور فارسی کی تعلیم مولوی سید محمد صاحب سے حاصل کی۔ نواب سعد اللہ خاں۔ جو شاہ جہاں کے عہد میں مغل سلطنت کے سب سے بڑے رکن تھے ان کے سامنے بھی اورنگ زیب نے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ میر محمد ہاشم اور ملا صالح جیسے بڑے پایہ کے بزرگ اورنگ زیب کے اتالیق تھے شاہان مغلیہ میں سب سے پہلے اورنگ زیب ہی نے قرآن شریف حفظ کیا۔ سیرت، حدیث اور فقہ کی کتابوں سے اسے خاص لگاؤ تھا۔ فارسی انشاپردازی میں خاص ملکہ تھا اس کے فارسی کے رقعات اب تک بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ ترکی بھی جانتا تھا۔ ہندی بولنے میں اچھی مہارت تھی۔

۱۶۳۶ء میں سترہ سال کی عمر میں شاہجہاں صاحبقراں نے اورنگ زیب کو دکن کا وائسرائے مقرر کیا۔ جہاں اورنگ زیب کی شجاعت دلیری۔ اور بہادری کے جوہر اچھی طرح کھلے۔ اس سے تین سال قبل وہ اپنی جوانمردی اور دلیری کیوجہ

سے سلطنت کے گوشہ گوشہ میں مشہور ہو چکا تھا۔ جب تن تنہا اس نے ایک مست ہاتھی کا نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ دلیرانہ مقابلہ کیا تھا۔ شاہجہاں کی تین چوتھائی سے زیادہ کامیابی میں اورنگ زیب کا حصہ تھا۔ نظام شاہی سلطنت کی تسخیر اورنگ زیب ہی کے ہاتھوں سے ہوئی اورنگ زیب ہی نے صوبہ کونکان کے شمال مشرق کی بغاوت کو فرو کیا۔ ساہوجی جو پہاڑوں میں چھپا پھرتا تھا۔ اطاعت پر مجبور ہوا۔ اور اس نے متعدد نئے قلعے اورنگ زیب کے حوالے کئے۔ ۱۶۳۶ء میں اورنگ زیب نے بلگانہ کے دو اضلاع فتح کئے اور انہیں سلطنت مغلیہ میں شامل کیا۔ جن کی تسخیر سے اکبر اعظم کی فوجیں بھی عاجز آ چکی تھیں۔ اورنگ زیب نے اپنی بے مثل شجاعت اور استقلال سے اس مشکل کام کو انجام دیا۔ ان کامیابیوں کو دیکھکر شاہ جہاں نے فروری ۱۶۴۷ء میں اسے پانچ ہزاری کا منصب عطا کیا۔

اسی سال اورنگ زیب کو گجرات کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں اس صوبہ کی حالت بہت پریشان کن تھی۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نیا فتنہ اور شورش پیدا ہوتی رہتی تھی۔ اورنگ زیب نے اپنی بے مثل قابلیت سے اس زرخیز صوبہ میں امن وامان قائم کیا۔ اس اثنا میں شاہی فوجیں بلخ کی مہم کے لیئے تیار ہو رہی تھیں لیکن کوئی ایسا سپہ سالار نہیں ملتا تھا جسے اس فوج کی کمان سپرد کی جاتی۔ آخرکار سب کی نظر انتخاب اورنگ زیب پر پڑی۔ اور یہ نوجوان شہزادہ شاہی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس سے پہلے بھی ایک مہم بلخ جا چکی تھی۔ یہ مہم نظر محمد خاں۔ والی بخارا کی مدد کو جو اندرونی لڑائیوں سے تنگ آکر مغلوں سے امداد کا ملتجی ہوا تھا بھیجی گئی تھی لیکن اس سے اصلی مقصد سمرقند فتح کرنا تھا۔ جب شاہی فوجیں جن کی تعداد پچاس ہزار تھی زیر سرکردگی شہزادہ مراد بخش بخارا میں داخل ہوئیں تو نظر محمد خاں اپنی اس حرکت پر پشیمان ہوا۔ اور ایک رات چپکے سے شہر سے نکل

گیا لیکن اس فوج کی آمد کی خبر سنکر بہادر ازبک تلواروں ۔۔۔۔۔ اور نیزوں سے مسلح ہو گئے۔ گو کوئی فیصلہ کن لڑائی نہیں ہوئی لیکن عیش پسند شہزادہ اپنے باپ کے احکام کے باوجود ناکام ہندوستان لوٹ آیا

شہزادہ اورنگ زیب ۱۶۴۷ء میں لاہور سے چلکر بلخ کے قرب وجوار میں جا پہنچا۔ اسوقت اس کے ساتھ بہت تھوڑی فوج تھی اور ازبکوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ پھر مصیبت یہ تھی کہ ازبک میدان میں آکر کبھی نہیں لڑتے تھے۔ بلکہ پہاڑوں میں چھپ کر شاہی فوج پر حملہ کرتے تھے۔ اس قسم کے حملوں سے ہندوستانی سپاہی بہت تنگ آگئے۔ شاہجہاں نے بھی ان محب وطن اور بہادر ازبکوں کی سرکوبی کو ناممکن خیال کرکے اورنگ زیب کو واپس بلالیا۔ اورنگ زیب ایک عہد نامہ کرکے بحفاظت کابل پہنچ گیا۔ اس مہم میں کوئی چھ ہزار جانوں کا نقصان ہوا۔ جس میں سے پانچ ہزار سردی اور بیماری سے مرگئے۔

اس ناکامی کے باوجود اورنگ زیب کی بہادری اور ہمت کو دوست دشمن سب نے تسلیم کیا اور اسے سندھ و ملتان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس نے قلیل مدت میں متعدد سرکش قبائل کو مطیع کیا۔ بندرگاہیں خراب حالت میں پڑی ہوئی تھیں وہاں تک جہاز نہیں جاسکتے تھے۔ اس نے سب بندرگاہوں کو درست کروایا۔ اور اسکے علاوہ ایک نئی بندرگاہ بھی بنوائی۔ شاہجہاں یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ اور اس بندرگاہ کو ہر قسم کے محصولات سے معاف کردیا تاکہ تجارت میں ترقی ہو۔

اس زمانہ میں شاہ عباس ثانی نے قلعہ قندھار فتح کرلیا تھا۔ اورنگ زیب کو بہت دیر میں شاہجہاں نے اسے پھر فتح کرنیکو بھیجا۔ ایرانیوں نے اس قلعہ میں بہت کافی فوج اچھے سازوسامان سے آراستہ اور جمع کررکھی تھی یہ صورت دیکھکر شہزادہ کو واپس ہونیکا حکم ہوا۔ اور واپسی میں قندھار سے تیس میل مغرب کیطرف

عالمگیر نے ایرانیوں کی ایک دوسری فوج کو شکست فاش دیکر نمایاں کامیابی حاصل کی تین سال کے بعد ایک اور فوج اورنگ زیب اور سعد اللہ خاں کی زیر سرکردگی قندھار بھیجی گئی لیکن اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور پھر ۱۶۵۲ء میں اورنگ زیب کو دکن کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔

دکن کی گورنری پر اورنگ زیب کو دوبارہ مقرر کرنے کے یہی معنی تھے کہ اس سے بہتر کوئی مدبر نہیں ملتا تھا۔ اورنگ زیب کے دکن پہنچنے سے پہلے دکن کی حالت بگڑ چکی تھی۔ تجارت اور زراعت کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ مالگزاری تین کروڑ باسٹھ لاکھ سے ایک کروڑ رہ گئی تھی۔

اورنگ زیب کے دکن پہنچتے پر ایک انقلاب ہوگیا۔ اس نے جاتے ہی زمین کی پیمائش کی اور اسے کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ غیر آباد علاقے بسائے تجارت و زراعت کو ترقی دینے کے وسائل اختیار کئے۔ غرضکہ دکن میں اپنی محنت و تدبر سے مکمل امن وامان قائم کیا

ان اہم اور ضروری معاملات کو طے کرنے کے بعد اورنگ زیب سلطنت گولکنڈہ کی طرف متوجہ ہوا عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ جس نے سالانہ خراج دینے کا عہد کیا تھا ہمیشہ اس کی ادائیگی میں دیر کرتا تھا۔ اسے بار بار لکھا جاتا لیکن وہ توجہ نہ کرتا۔ اسکو حکم دیا گیا کہ نصف خراج روپے کی صورت میں اور نصف خراج ہاتھیوں کی شکل میں دیدے جن کی اس کے اصطبل میں کافی تعداد تھی لیکن اس نے ایسا بھی نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میر جملہ نے جو محض اپنی قابلیت سے گولکنڈہ کی وزارت تک پہنچ گیا تھا کرناٹک کا علاقہ فتح کیا۔ اور ایک نیم آزاد سلطنت قائم کرلی۔ گولکنڈہ کا بادشاہ بغض و حسد سے جل گیا۔ اور اسے ہمیشہ کے لیے اپنے راستہ سے صاف کرنیکا ارادہ کیا۔ اپنے آقا کی اس حرکت سے آگاہ ہوکر مغلوں سے جا ملا اور ان سے امداد

کی درخواست کی۔ اورنگ زیب پہلے ہی سے اس دہوکہ باز اور غدار کا خاتمہ کرنے کے واسطے تیار تھا۔ اب اسے مناسب موقع ہاتھ آیا۔ اور اس نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو ایک دستہ فوج کا دیکر حیدرآباد کی طرف روانہ کیا۔ شہزادہ موصوف اچانک حیدرآباد کے سامنے جا پہنچا۔ اور عبداللہ قطب شاہ بمشکل جان بچا کر گولکنڈہ کے قلعہ میں محصور ہوا۔

اب اورنگ زیب خود گولکنڈہ کی طرف بڑھا۔ اور اسکا محاصرہ کر لیا بعض مورخین لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب نے دہوکے سے گولکنڈہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے شاہنامہ، آداب عالمگیری۔ اور دوسری مستند کتابوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے کئی دن پہلے عبداللہ قطب شاہ کو الٹی میٹم دیدیا تھا۔

اپنے گولکنڈہ کی طرف روانہ ہونے پر اورنگ زیب شاہجہاں کو لکھتا ہے۔

آپ کا یہ غلام مناسب نہیں سمجھتا کہ اب زیادہ دیر تک انتظار کیا جائے۔ اسواسطے کہ اب وہ گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوتا ہے اور وہاں فوج اور میر جملہ کا انتظار کریگا تاکہ قطب الملک کو گرفتار کر کے سلطنت پر قبضہ کیا جائے۔ لیکن اگر جہاں پناہ اس پر باوجود اس کی غداریوں کے راضی نہ ہوں تو اسے خراج کا روپیہ جو باقی رہتا ہے دینے پر مجبور کیا جائیگا۔ (اسلامک کلچر اپریل ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۹۲)

شاہجہاں سے اسے منظور کیا یا نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ داراشکوہ نے جس کا اب بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل ہو گیا تھا۔ اس تجویز کو منظور نہیں کیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اورنگ زیب آسمان شہرت پر چمکے۔ اور لوگ اس سے محبت کریں۔ لیکن اب اورنگ زیب بھی ان تمام معاملات کو سمجھ گیا تھا۔ وہ دن گئے جب وہ اپنے بڑے بھائی کی بدسلوکی دیکھ کر دنیا چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اس کی عمر اب کافی ہو گئی

رتی اور اسے اپنے مستقبل کا بھی خیال تھا لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اورنگ زیب نے کبھی اپنے بھائیوں کے خلاف پہل نہیں کی۔ ہمیشہ داراشکوہ نے اپنے چھوٹے بھائی کی شہرت کی راہ میں روڑے اٹکائے اس موقع پر بھی داراشکوہ نے اورنگ زیب کو اجازت نہ دی کہ اس نیم مردہ اور غدار دشمن کا بالکل خاتمہ کردیا جائے اورنگ زیب نے اپنے بھائی کی حرکتوں سے بہت پہلے معلوم کر لیا تھا کہ لڑائی ہو کر رہے گی لیکن اس خانہ جنگی کو وہ کبھی پسند نہیں کرتا تھا۔ جب اورنگ زیب دکن کا وایسرائے تھا تو انہیں باتوں کو دیکھکر اس نے اپنا استعفیٰ بھی جہاں پناہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ لیکن شاہجہاں نے منظور نہیں کیا۔ اس واقعہ کے دس سال بعد اورنگ زیب نے اپنی ہمشیرہ جہاں آرا بیگم کو ایک خط لکھا تھا جس سے ہمیں بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور آنیوالے واقعات پر اس سے کافی روشنی پڑتی ہے خط کا مضمون یہ ہے۔

خیر اندیش اور آرزومند اظہار اشتیاق کے بعد عرض کرتا ہے کہ یہ امر آپ پر مخفی نہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت نے اس خاکسار پر اپنی خاص عنایت سے فدوی کو امتیازی منصب بخشا تھا۔ اور جس خدمت پر پیش گاہ خلافت کی جانب سے میں مامور ہوا تھا اسکو میں نے حتی المقدور استقلال کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کی۔ کسی بات میں کوتاہی نہیں کی اور میں نے ہمیشہ پیرو مرشد کی اطاعت و بندگی کو عین سعادت سمجھا اور تمام کاموں پر اعلیٰ حضرت کی رضا جوئی کو مقدم جانا۔ نہیں معلوم کیا خطا اور کیا قصور اس خانہ زاد سے سرزد ہوا کہ ایسی باتوں کا ظہور ہو رہا ہے کہ جن سے میری ذلت اور نزدیک و دور میری بے اعتباری منصور ہے۔ سب سے پہلا واقعہ قلعہ اسیر کا ہے یہ میری کسقدر بدنصیبی ہے کہ باوجودیکہ بیس سال تک اعلیٰ حضرت

کی بندگی و خدمت کی اور جان و مال تک سے دریغ نہیں کیا۔ ہنوز برادر زادہ سہل ؟ کے برابر بھی مجھ پر اعتبار نہیں۔ میری مشفقہ! اگرچہ فدوی اپنے تئیں خاص خانہ زادوں میں شمار نہیں کرتا اور بجز غلامی کے اسکو کوئی دعویٰ نہیں اور جس حالت میں بھی اعلیٰ حضرت رکھیں خوش ہے لیکن چونکہ اعلیٰ حضرت کی جانب سے اک عمر عزت اور ناموری کے ساتھ گذری ہے۔ اور اس صوبہ میں ایک مدت استقلال کے ساتھ زندگی بسر ہوئی ہے اور نیز چونکہ پیر و مرشد نے بغیر کسی خواہش اور گذارش کے محض اپنے فضل سے اس مملکت کی باگ مجھے مرحمت فرمائی ہے۔ لہذا ان امور کا ظہور مرید پروری اور بندہ نوازی کے خلاف ہے اور اس غلام کی اہانت خفت اور عدم استقامت کا موجب گا۔ چونکہ اس طرح سے جینا اور مرنا دشوار ہے اور زندگی میں کوئی لطف نہیں ہے۔ اور ان ناپائدار امور کے لیئے رنج و آزار نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اس لیئے یہی بہتر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حکم سے کہ مریدوں کی جان ان کی رضا مندی پر قربان ہے ایسی ذلیل زندگی سے رہائی حاصل کروں۔ تاکہ ملک کی مصلحت قوی ہو اور دل اس فکر سے آرام پائے۔ یہ مرید دس سال سے اس بات کو سمجھ گیا تھا اور اپنے وجود کو مقاصد میں مخل سمجھ کر استعفیٰ بھی دیدیا تھا اور دوبارہ محض پیر و مرشد کی خوشنودی کے لیئے کہ اس فدوی کا یہ اہم مقصد ہے اس طرح زندگی بسر کر کے بہت پریشانی اٹھائی اور آئندہ گوشۂ تنہائی اختیار کر کے کسی پر بار نہیں ہونا چاہتا اور اس کشمکش میں بھی نہیں پڑنا چاہتا۔ توقع ہے کہ مشفقہ مہربان اس

مقصد کو خلوت میں اعلیٰ حضرت کے پہنچا کے جو کچھ زبان الہام بیان سے سنینگی اطلاع دینگی (آداب عالمگیری صفحہ ۲۹۸ و ۲۹۹)

حصول تخت کے لیئے جدوجہد

خاندان مغلیہ کی یہ ایک رسم رہی ہے کہ بوڑہا شہنشاہ اپنے ملک میں خانہ جنگی اور اپنے بیٹوں کی لڑائی یا بغاوت ضرور دیکھتا ہے۔ اکبر اعظم نے اپنے بیٹے جہانگیر کو بستر مرگ پر معاف کیا۔ خود شاہجہاں نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی شاہجہاں کی باری تھی کہ وہ بھی اس تکلیف دہ نظارہ کو دیکھتا۔

شاہجہاں کے چار بیٹوں میں سے سب سے بڑا بیٹا دارا شکوہ جس نے شاہجہاں کے مزاج پر قبضہ کر رکھا تھا اپنے باپ کے پاس دار الخلافہ ہی میں رہتا تھا۔ اور شاہجہاں اس پر بہت زیادہ مہربان تھا مشہور مورخ برنیر جو دارا شکوہ کا سب سے بڑا مداح تھا اس کی سیرت پر حسب ذیل الفاظ میں ریویو کرتا ہے۔

وہ بہت خود پسند تھا۔ اسے گھمنڈ تھا کہ میں ہر امر کا بندوبست کر سکتا ہوں کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے مشورہ دے۔ چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک کی وجہ سے اس کے خیر خواہ ہی اسکے بھائیوں کی پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے آگاہ نہ کر سکے۔ وہ ڈرانے دھمکانے میں بھی بڑا تیز تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے امرار کو ڈانٹ دیتا اور ان کی ہتک کرتا تھا۔ (سفرنامہ برنیر حصہ اول صفحہ ۱۱)

ایک دوسرا انگریز مورخ لکھتا ہے:۔

وہ کمزور اور غیر مستقل مزاج آدمی تھا۔ وہ بادشاہ سے زیادہ اچھا شاعر یا فلسفی بن سکتا تھا۔ (لین پول اورنگ زیب صفحہ ۲۰)

اورنگ زیب کا دوسرا بھائی شجاع جو بنگال کا گورنر تھا کچھ مستقل مزاج تھا۔

مگر وہ بہادر اور دلیر آدمی تھا۔ اسے ہندو راجاؤں کو رشوت دینے کا فن خوب آتا تھا
وہ ایک وقت میں راجہ جسونت سنگھ کو اپنی طرف ملانے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا
وہ اپنے آپ کو شیعہ اس لیئے ظاہر کرتا تھا کہ اسے ایرانیوں سے امداد کی توقع تھی۔
لیکن اس میں ایک بہت بڑی کمزوری تھی اور اسی کمزوری نے اسے تباہ کیا۔ وہ
کمزوری عیش پسندی کی تھی۔ وہ بیحد عیش پرست تھا، دن رات عیش و عشرت
میں گذارتا۔ اپنی ذمہ داریوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا۔

شاہجہاں کا چوتھا بیٹا شہزادہ مراد بخش گجرات کا گورنر بڑا بہادر۔ نڈر۔ اور
دلیر آدمی تھا۔ وہ بہت صاف گو مشہور تھا لیکن سیاسیات سے قطعی نا آشنا اسے بھی
شراب کی بہت لت تھی اور کئی کئی دن شراب کے نشہ میں رہتا۔ اور کاروبار سلطنت
کو سنبھالنے کا ہرگز اہل نہ تھا۔

بدقسمتی سے ۱۶۵۷ء میں شاہجہان سخت بیمار ہوا۔ اور کوئی امید اسکے بچنے کی
نہیں رہی، ساتھ ہی دارا شکوہ نے حکومت کی باگ بطور خود اپنے ہاتھ میں لے لی
اور اپنی پوزیشن کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے اس نے شاہی فوجوں کو ایسے نازک
وقت میں دکن سے بلا لیا جبکہ اورنگ زیب گلبرگہ محاصرہ میں مصروف تھا۔ تاکہ
اورنگ زیب کی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔ اور یا اورنگ زیب دشمنوں کے ہاتھوں
اسیر یا قتل ہو اور اگر اس طرح تباہ نہ ہو تو پھر بے دست و پارہ جائے۔ چنانچہ عاقل
خاں مصنف واقعات عالمگیری لکھتا ہے۔

> اسی اثناء میں دو قطعے فرمان کے دارا شکوہ کے حسب التماس
> مہابت خاں کے نام درگاہ عالم پناہ (شاہجہاں) کیطرف سے صادر ہوئے
> ان میں یہ لکھا تھا کہ مہابت خاں تمام راجپوتوں کو ساتھ لیکر بغیر شہزادہ
> کی اجازت کے روانہ ہو جائے۔ (واقعات عالمگیری)

دارا شکوہ نے دکن کے وائسرائے اورنگ زیب کو یہ بھی لکھا کہ وہ برار شہزادہ مراد بخش کے حوالہ کردے اور شہزادہ موصوف کی جگہ گجرات کا حاکم قاسم خان نامزد ہوا۔ شاہی فوجوں کو یہ بھی حکم ملا تھا کہ اس کے احکام اگر نہ مانے جائیں تو زبردستی منوائیں۔

دارا کی اس جلد بازی سے اور کسی قسم کی خبروں کو دارالخلافہ سے باہر نہ جانے دینا اور سخت ناعاقبت اندیشانہ احکام سے ملک میں ابتری پھیل گئی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قلمرو میں افواہیں اڑنے لگیں کہ شاہ جہاں یا تو اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے یا انکو دارا شکوہ نے قید کر دیا۔ اس خبر کے پھیلتے ہی شہزادہ شجاع نے بنگال میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور فوج لیکر آگرہ کی طرف بڑھا۔ شہزادہ مراد نے بھی غصہ سے مغلوب ہو کر اپنے ایک نہایت ہی صادق دیوان علی نقی کو جان سے مروا ڈالا۔ اور بندرگاہ سورت پر حملہ کر کے اسے خوب لوٹا اس کے بعد ہی احمد آباد میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ کتنے پانی میں ہے لہذا وہ برابر اورنگ زیب سے مدد کی درخواست کرتا رہا۔

دکن کا وائسرائے اورنگ زیب دراصل سب بھائیوں سے زیادہ تخت کا حقدار تھا۔ اس لیئے کہ وہ ایک نہایت ہی بہادر اور جفاکش سپاہی تھا۔ اور فوج کے متعلق اس کی معلومات بہت وسیع تھی، اور نہایت مدبر اور منتظم، اور عاقبت اندیش حکمران تھا۔ اور ایک والی سلطنت میں جتنی خوبیوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اس میں موجود تھیں۔

میں دشمن تک اسکا لوہا مانتے تھے۔

اس کی ذاتی سیرت، علم، دلیری، شجاعت۔ اور بہادری اسے سب دعویداروں سے افضل ثابت کرتی تھیں۔ اگرچہ وہ ان ذاتی اوصاف اور کافی فوج سے سب سے

بادشاہت کا اعلان کر سکتا تھا لیکن وہ ڈرتا تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا اور اس کا باپ زندہ ہوا تو دارا شکوہ سے لڑنا اپنے باپ کے خلاف بغاوت کرنا ہے۔ کیونکہ وہ خدا سے ڈرنے والا انسان تھا لیکن دارا کے برسر حکومت ہونے سے نہ صرف اس کی اور اس کے بھائیوں کی جان و عزت خطرہ میں تھی بلکہ ہندوستان سے مغل سلطنت کے مٹ جانے کا یقین تھا۔ اور درحقیقت بہت جلد دارا کی فوجیں ان ہندوؤں کی امداد سے میدان میں پہنچ گئیں۔ جو اس اسلامی سلطنت کو مکر و فریب سے ختم کرنا چاہتے تھے، چنانچہ فروری ۱۶۵۸ء میں شجاع کو بنارس کے قریب دارا شکوہ کی فوجوں نے شکست دی۔

دارا شکوہ نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ اورنگ زیب اور مراد کے وکلاء کو نظر بند کر لیا۔ اور اورنگ زیب کے وکیل کا گھر بھی ضبط کر لیا۔ چنانچہ اس کے متعلق ایک مستند شہادت ملاحظہ ہو۔

عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (عالمگیر اورنگ زیب) کو بغیر کسی جرم کے قید کر لیا تھا۔ اور اس کے مال و اسباب کی ضبطی کا حکم دیدیا تھا۔ (مآثر عالمگیری صفحہ ۴)

شجاع کو شکست دیکر دارا کی فوجوں نے اس کا سختی سے تعاقب کیا۔ جسونت سنگھ اور قاسم خاں جو شجاع کے حامی تھے مارے شرم کے مالوہ بھاگ گئے لیکن فوراً ہی دارا سے آملے۔ اس اثناء میں اورنگ زیب نے کچھ پیش دستی نہیں کی۔ مراد نے جب بار بار امداد کی التجا کی تو اورنگ زیب نے نہایت عاقبت اندیشی سے جواب میں لکھا کہ :۔

حضور اقدس ابھی زندہ ہیں ہم لوگوں کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے۔ (اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر صفحہ ۱۰۹)

اورنگ زیب ہفتوں دارا کی اس جلد بازی پر افسوس کرتا رہا اسے امید تھی کہ شاہجہاں جلد اچھا ہو کر اس فتنہ کو فرو کر دیگا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنے معزز باپ کو کسی طرح تکلیف پہنچائے۔

جب اورنگ زیب نے یہ دیکھا کہ حالات بدستور ہیں اور دارا کی فوجیں دونوں بھائیوں کے خلاف جلد میدان میں پہنچنے والی ہیں تو اس نے اپنی شمالی سرحد سے کوچ کیا اور فیصلہ کیا کہ اپنے دشمن کا مقصد پورا نہ ہونے دے اور مراد کی مدد کو پہنچ جائے۔ کیونکہ اورنگ زیب ایسا کرنے پر مجبور تھا اور جو بھی اس کی جگہ ہوتا ایسا ہی کرتا مشہور ہندو مورخ پروفیسر جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں۔

واقعات جنکو وہ کسی صورت سے روک نہیں سکتا تھا جلد پیش آنیوالے تھے اور اگر اسے جلد تباہی و بربادی سے بچنا تھا تو وہ کوچ کرنے پر مجبور تھا۔ (تاریخ اورنگ زیب حصہ اول مصنفہ جادو ناتھ سرکار صفحہ ۳۴)

مراد اور اورنگ زیب کا معاہدہ

جب اورنگ زیب نے مراد کی مدد کی ٹھان لی تو ان دونوں نے ایک عہدنامہ پر دستخط کئے جس میں لکھا تھا کہ مراد اورنگ زیب کے ماتحت اسوقت تک لڑیگا جب تک ان کو مکمل فتح حاصل نہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد مراد کو لوٹ کا تیسرا حصہ اور صوبجات کشمیر، کابل، شمالی پنجاب اور سندھ کا باجگزار بادشاہ بنا دیا جائیگا۔ ناواقف یا متعصب یورپین اور ہندو مورخین اورنگ زیب کو یہ الزام دیتے ہیں کہ اس نے مراد سے ہندوستان کی بادشاہت کا وعدہ کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ اس فتنہ کے خاتمہ کے بعد وہ خود گوشہ نشین ہو جائیگا تعجب ہے کہ انہیں ایسا الزام لگانے کی جرأت کیونکر ہو گئی۔ حالانکہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ افسوس ہے کہ پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے جن کے سامنے تمام کتابیں۔ اور

قلمی کاغذات وغیرہ تھے اس الزام کی تردید نہیں کی۔ اور چپکے سے اس الزام پر سے گذر گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب اور مراد کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اسے یہ مورخین بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم اس عہد نامہ کو تمام وکمال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے اس سازش کا پتہ چلیگا جو اورنگ زیب کو بدنام کرنے کے لیے ناواقف یا متعصب یورپین اور ہندو مورخین میں ہوئی ہے اور یہ عہد نامہ قطعی طور سے ان تمام فرضی الزامات کی تردید کرتا ہے جو اورنگ زیب پر مراد سے بد عہدی کے لگائے جاتے ہیں۔

چوں دریں ہنگام خجستہ آغاز فرخندہ انجام کہ آوان طلوع نیر سعادت واقبال وزمان سطوع صبح عظمت واجلال است وشاہباز بلند پرواز ہمت جہاں کشاد ہوائے صید مقصود بال کشاد ماعدائے اعلام دین متین سید المرسلین علیہ من الصلوٰۃ ابہاہا ومن التحیات ازکاہا۔

وجہ قصد گردیدہ وتمامی نیست حق طویت مصروف آنست کہ بہ مساعی غازیاں ظفر الوا وزور باز دے مجاہداں بنصرت انتماء خار الحاد وزندقہ از گلشن ہمیشہ بہار دیار اسلام برافکند ورئیس الملاحدہ بہ اتباع واحزاب خویش نیست ونابود شود وگرد تفرقہ بر ساکنان عرصہ وسعت آباد ہندوستان بہشت نشان کہ از میامن جد واجتہاد اجداد عظام گردون مقام وآبائی کرام فلک احتشام جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

از لوث کفر وشرک مصفا گشتہ بجوزہ درآمدہ نشیند

خلاصہ مفہوم

دارا شکوہ جو ایک ملحد ہے اور دین متین سید المرسلین کے باغ کا ایک خار الحاد وزندقہ ہے اس کانٹے سے گلزار دین کو پاک کرنا ضروری ہے اور چونکہ میری یہ خواہش ہے کہ باشندگان ہندوستان اس جنگ کے مصائب میں مبتلا نہ ہوں اس لیئے میں نے یہ طے کیا ہے۔ کہ برادر بجان برابر کے ساتھ سچائی اور صداقت کے ساتھ موافقت وموالات کا ایک مستحکم عہد نامہ ہو جائے چنانچہ میں اپنے پہلے

برادر بجان برابر اعز ارشد ارجمند کامگار نامدار
عالی تبار بمقتضائے رائے صوابنمائے خرد آرائے دولت
افزا کہ اجل مواہب اعلیٰ ست عمل نمودہ دریں
ہم عاقبت محمود توفیق موافقت و مرافقت یافتہ
بود مواخات و موالات راکہ بہ روابط عہود و
مواثیق استحکام پذیرفتہ بود بعد وا۔ چنانچہ باید
بہ ایمان کثیر الایقان موسس ساختہ باخود مقرر
کردہ کہ بعد استیصال آن دشمن دین و دولت و
استقرار و انتظام امور سلطنت سر بر جادۂ قویم
وفاق و اتفاق ورزیدہ ہمین وتیرہ ہمہ وقت و ہمہ
جا و در ہمہ کار رفیق بودہ شریک باشند و با دوست ما
دوست و با دشمن ما دشمن بودہ در ہیچ حال از مرضیات
خاطر عاطر بیرون نہ روند از جملہ ممالک محروسہ آنچہ
حسب الالتماس آن درۃ التاج حشمت و کامگاری
بہ ایشاں واگذاشتہ شود قانع و خورسند گشتہ افزوں
طلبی نہ نمایند، بنابراں از روئے وفور شفقت و عاطفت
و نظر بہ مراتبی کہ پاس عہد آن نمودہ اند مرقوم قلم
والا رقم می گردد کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا آں زماں کہ
ازاں برادر ارجمند خجستہ اطوار نیکو خصال خلاف اخلاص
و یک رنگی و حق شناسی بہ وقوع نیاید اشفاق و
مہربانی ہائے ما در بارۂ ایشاں بروز خواہد بود و نفع

عہد کی تجدید کرتا ہوں اور پورے
ایمان و یقین کے ساتھ یہ عہد کرتا
ہوں کہ دشمن دین و حکومت
یعنی دارا شکوہ کے استیصال
کے بعد اور امور و انتظام سلطنت
کے بحال ہونے کے بعد اگر آپ
ہر جگہ اور ہر کام میں ہر وقت
اسی طرح میرے شریک حال
اور رفیق کار رہے اور میرے دوست
کے دوست اور دشمن کے دشمن
رہ کر میری مرضی کے خلاف نہ گئے
اور تمام ممالک محروسہ میں سے
جو کچھ آپ نے مانگا اور طلب
کیا ہے اس پر قانع رہے۔ اور
اس سے زیادہ نہ طلب کیا تو
میں از راہ شفقت و عاطفت اور اس
لحاظ سے کہ عہد کا پاس رکھا ہے
میں لکھتا ہوں کہ انشاء اللہ
تعالیٰ اسوقت تک کہ برادر ارجمند
خجستہ اطوار کی طرف سے اخلاص
و یک رنگی اور حق شناسی کے

وضمیر جانبین را یکے دانسته وز جمیع اوقات اتحاد را
بابلغ وجهی مرعی خواهیم داشت والطاف ومراحمی
که امروز نسبت به آن عزیز از جان مبذول است بس
از حصول معمول وبرافشاندن ملحد نامقبول به همان نما
بلکه بهتر از آن معمول گشته دقیقه از دقائق آن مهمل نخواهیم
گذاشت وبه وفائے وعده پرداخته چنانچه سابق مقرر
شده بود صوبه لاهور وکابل وکشمیر وملتان وبهکر و
تمام آن ضلع را تا ساحل خلیج عمان به آن نامدار والا تبار
واگذاشته درین باب مضائقه را بحال نخواهیم داد و
بعد فراغ از استیصال ملحد نکوهیده افعال وقمع
خاربن شر وفساد او از چارچمن دولت خداداد ابد اتصال
که رفاقت وهمراهی آن تازه نهال بوستان سلطنت
واقبال ودرآن کار لازم وناگزیر است بے توقف
ایشان را بدارالحرب دوروا نموده اصلاً ومطلقاً به تاخیر
رخصت رانی نخواهیم شد وشرف عدت محبت
ومودت وصداقت وفتوت را از غبار انفاس
ارباب غرض که اشر الناس اند از صفا نینداخته
جهز بهبود دارین وکامیابی نشاتین ان عین لا انسان
والنسان لعین نخواهیم اندیشید ودر صدق این دعوی
خدا ورسول خدا را گواه گرفتیم واین وثیقه را بجهة
مزید اطمینان واستظهار خاطر آن گرامی برادر به مهر

خلاف کوئی بات نہ ہوگی میری
مہربانیاں آپ کے ساتھ برابر رہیں
گی اور جانبین کے نفع اور نقصان
کو ایک سمجھ کر ہمیشہ اور ہر وقت
اتحاد واتفاق کی رعایت بلیغ
کرونگا اور جو لطف ومرحمت
عزیز از جان پر آج مبذول ہے
حصول مقصد یعنی داراشکوہ کی
قوت کو اکھاڑ پھینکنے کے بعد اسی
طرح بلکہ اس سے بہتر اپنا معمول
رکھونگا اور کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھونگا اور ایفائے وعدہ کرکے
جیسا کہ پہلے طے ہو چکا ہے صوبہ
لاہور، کابل، کشمیر، ملتان، بھکر
اور اس تمام ضلع کو خلیج عمان
کے ساحل تک اس نامدار والا تبار
کے حق میں چھوڑ دوں گا۔ اور
اس معاملہ میں مطلق سستی کو
راہ نہ دوں گا۔ اور ملحد بدخصلت
کے استیصال کے بعد فوراً آن عزیز
کو ان عدو کی طرف روانہ کرونگا

ونقش پنجۂ مبارک خاص مزین گذرانیدیم باید کہ ایشاں
نیز منطوق آیہ کریمہ اوفوا بالعهد ان العهد کان
مسئولا را مطمح نظر سعادت اثر داشتہ در پاس لوازم
معاہدت کہ مورث نیکنامی دنیا و آخرت است باقصی
الغایۃ کوشیدہ برین منہج صواب مستقیم باشند و او خاع پسندیدہ
خود را از زحمت بغیر وجہی کہ شاید خیانت نمودہ گفتہ
ناہنجار آن کوتاہ اندیش را کہ از غایت دنائت و
ہمت و رکاکت فطرت جلب منافع رویہ و تحصیل
اغراض فاسدہ خویش بہ صلاح حال و سال ولی
نعمت میدارند و از انواع طریق درآمدہ بہ اقاویل
باطلہ تودہ ہنگامہ شورش و فساد را گرم می سازند
و ازاں دست اشرار دریں جزو زماں بسیار دیے
شمارند بہ سمع رضا اصغا نہ کنند و پیوستہ بہ نور شمع
سعادت افروز خرد دوربین و عقل صلح گزیں در
سالک معاشرت سلوک نمودہ ایں مشعل خورشید
ضیا را از باد دم سرد آن نگاہدارند وفقنا اللہ تعالیٰ
وایاکم بما یحسب و یرضیٰ واللہ یحق الحق وہو
یہدی السبیل (آداب عالمگیری)

اور اسمیں مطلق تاخیر نہ ہوگی
اور اس دعوی کی صداقت میں
خدا اور اسکے رسول کو گواہ کرتا ہوں
اور برادر گرامی کے مزید اطمینان
خاطر کے لیئے اس وثیقہ کو مہر
اور نقش اور پنجۂ مبارک خاص
سے مزین کرتا ہوں آپکو بھی
چاہیئے کہ آیہ کریمہ اوفوا بالعهد
ان العهد کان مسئولا کو اپنے
پیش نظر رکھیں اور باہمی معاہدہ
کے لوازم کا پاس و لحاظ رکھیں
جو دنیا و آخرت کی نیکنامی کا
موجب ہے اور انتہائی
کوشش سے اس راہ صواب
پر مستقیم رہیں۔

مراد اور اورنگ زیب کی دارا شکوہ کی فوج سے پہلی جنگ

یہ معاہدہ طے ہونے کے بعد اورنگ زیب نے دریا نربدا کو عبور کیا اور دریا کے
کنارے ڈیرے ڈالدیئے اسوقت اسکے ساتھ تیس ہزار سپاہی تھے، چند دنوں بعد

مراد بھی آٹھ ہزار جانبازوں کے ساتھ اورنگ زیب سے آملا۔ ان دونوں فوجوں کی مجموعی تعداد بمشکل شاہی فوج کے برابر ہو گی جو راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں کی زیر سرکردگی تھی۔ شاہی فوج نے اجین کے قریب ڈیرے ڈالے، اورنگ زیب نے بھی کوچ کیا اور دشمن کے مقابلہ پر پہنچ گیا۔ لڑائی شروع ہونے سے پیشتر اورنگ زیب نے دربار کے ایک شاعر کی معرفت جسونت سنگھ کو کہلا بھیجا کہ ہم دونوں بھائی حضرت قبلہ والد صاحب کی عیادت کو جا رہے ہیں اور بغیر اعلیٰ حضرت کو دیکھے ہوئے واپس نہیں جائیں گے۔ نیز شہنشاہ کے خلاف انکا ارادہ بغاوت کرنیکا بھی نہیں ہے، اس لیے یا تو جسونت سنگھ آگرہ جانے دے یا راستہ سے ہٹ جائے۔

راجہ جسونت سنگھ نے ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ مانی اور لڑائی شروع ہو لی جسمیں راجہ جسونت سنگھ کو شکست فاش ہوئی۔

شاہ جہاں آگرہ سے دہلی جا رہا تھا۔ جب اسے اس شکست کی خبر ملی تو بہت افسوس ہوا۔ اور دارا کو بیحد غصہ آیا اور اس ذلت انگیز شکست کا انتقام لینے کے لیے ایک دوسری فوج تیار کی شاہ جہاں نے دارا کو بہت روکا لیکن دارا کب ماننے والا تھا۔ چنانچہ فوج لیکر سموگڈھ میں اورنگ زیب کے مقابلہ کو خود آپہنچا ۱۶۵۸ء میں ایک سخت جنگ کے بعد دارا کو شکست ہوئی۔ مراد کی بہادری اور ثابت قدمی اور اورنگ زیب کی فوجی قابلیت اس جنگ سے اور ظاہر ہو گئی۔

شاہ جہاں نے اورنگ زیب کے خطوط کا جو اس نے وقتاً فوقتاً لکھے تھے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ لڑائی کے بعد اورنگ زیب نے پھر ایک خط شاہجہاں کو لکھا جسمیں تمام واقعات سے مطلع کرنے کے بعد لکھا تھا۔

> میں اب آگرہ کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ میری مجبوریوں کا آپ کو علم ہے۔ دارا نے جو کچھ کیا بہت برا کیا۔ میں بڑے ادب سے اعلیٰحضرت

سے معافی کا خواستگار ہوں۔ میرا ارادہ ہرگز آپ کو تکلیف دینا نہ تھا۔ (واقعات عالمگیری)

اعلیحضرت شاہ جہاں نے اسکا تسلی بخش جواب دیا۔ اور اسے مبارکباد دینے کے بعد حکم دیا کہ تم ابھی تین چار روز اور ٹھیرو۔ اور ساتھ ہی بطور تحفہ ایک تلوار اورنگ زیب کو عنایت کی جس پر "عالمگیر" کا لفظ منقوش تھا۔

اورنگ زیب بالکل تیار تھا کہ اپنے باپ کے احکام کی تعمیل کرے لیکن اس شرط پر کہ دارا کو مرکزی حکومت میں کوئی اختیار نہ ہو اور اسے کسی شمالی صوبہ میں بھیجدیا جائے۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اپنے بھائی دارا سے صلح کر کے دکن لوٹ جائے۔ اورنگ زیب کو اس کے درباریوں نے سمجھایا بھی کہ یہ سب دھوکا ہے تم اس میں مت آؤ لیکن اورنگ زیب اس فتنہ کو فرو کرنا چاہتا تھا اسلئے اس نے عاقبت اندیشی کیخلاف اپنے محترم والد بزرگوار کی ہدایت کی تعمیل کی اور تین چار روز بعد جبکہ وہ قلعہ جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ ایک نئی سازش کا انکشاف ہوا۔ جس کی تفصیل عاقل خاں کی زبانی سنئے۔

عین اسوقت جبکہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی باتیں سن رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ دفعتہً ناہر دل خاں چیلہ سامنے سے نکلا شاہجہاں نے خود اپنے ہاتھ سے داراشکوہ کے نام ایک خط لکھکر بڑی احتیاط سے اس کے حوالہ کیا تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔ اور یلغار کرتا ہوا داراشکوہ کے پاس سے جواب لائے۔

خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (داراشکوہ) مطمئن ہو کر دلی سے آگے نہ بڑھو اور وہیں قیام کرو۔ ہم یہاں قلعہ پر قبضہ کئے لیتے ہیں۔ (واقعات عالمگیری)

اس خط سے عالمگیر کے ہواخواہوں کی رائے کی تصدیق ہوگئی۔
صرف یہی نہیں بلکہ شاہجہاں نے شجاع کو اورنگ زیب کے خلاف بھی ایک خط لکھا تھا۔ ایسی کوششیں برابر جاری تھیں اس واقعہ کے متعلق خافی خاں لکھتا ہے :-

عالمگیر نے دوبارہ باپ کو دیکھنے کا ارادہ کیا مقصد یہ تھا کہ معذرت کی جائے اور ان قصوروں کی معافی چاہی جائے جو بدبخت اور ناہنجار بھائی کی نحوست سے بلا اختیار سرزد ہوگئے تھے۔ لیکن آخرکار جب انکو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کی مرضی دارا شکوہ کی اعانت اور رعایت کی جانب راغب ہے اور اختیار کا رشتہ تقدیر کے قلم سے نکل چکا ہے تو مصلحت اسی میں ہے کہ ملاقات کے ارادہ کو فسخ کردیا جائے۔

برنیر نے بھی اس واقعہ کے متعلق کچھ لکھا ہے، وہ لکھتا ہے :-

شاہجہاں کی سب سے چھوٹی شہزادی، جہاں آرا بیگم نے تاتاری عورتوں کو مسلح کیا تھا اور ان سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب اورنگ زیب قلعہ میں داخل ہو تو سب اس پر ٹوٹ پڑیں۔ (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر جلد اول صفحہ ۱۱۴)

لین پول بھی ٹھیک لکھتا ہے۔

شاہ جہاں نے جو جال اپنے بیٹے کی تباہی کے لئے بچھایا تھا اس میں وہ خود پھنس گیا۔ (اورنگ زیب صفحہ ۵۲)

ان حالات کو دیکھکر اورنگ زیب نے وہی کیا جو ایک سمجھدار آدمی کو کرنا چاہیے تھا اس نے اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو شاہ جہاں کے پاس عفو تقصیرات کے لیے بھیجا۔

اور قلعہ کی حفاظت کا پورا بندوبست کرنے کے بعد حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔

شاہجہاں نے اپنے فاتح بیٹے سے صلح کرنیکا یقیناً ایک عمدہ موقع ہاتھ سے دیا۔ اسے چاہیئے تھا کہ میدان جنگ میں بذات خود آتا اور اسے مبارکباد دیتا لیکن اسے نوان تمام باتوں سے دارا شکوہ زیادہ عزیز تھا۔ ایسے شخص کو دوبارہ تخت پر بٹھانا دارا شکوہ کو واپس بلانا اور خانہ جنگیوں کی ابتدا کرنا تھا۔

اب ایک ہی اہم کام اورنگ زیب کے سامنے تھا اور وہ دارا اور شجاع کو پوری طرح مسخر کرنا تین دن کے بعد اس نے دارا کا تعاقب شروع کیا۔ اس اثنا میں ایک نئے فتنہ کا ظہور ہوا۔ لوگوں کے بہکانے سے مراد سمجھنے لگا کہ اب وہ تن تنہا تخت کا مالک ہے۔ اور اس نے عہد نامہ کو پس پشت ڈالدیا۔ حالانکہ اورنگ زیب نے عہد نامہ کے مطابق لوٹ کا تیسرا حصہ مراد کو بھجوادیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ دارا۔ اور شجاع سے نجات حاصل کرنے کے بعد دوسرا وعدہ بھی پورا کیا جائیگا۔

لیکن مراد نے اپنی حماقت سے اورنگ زیب سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اور اسکے امرا کو بڑی بڑی تنخواہوں کا لالچ دیکر اپنی طرف کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ بیس ہزار فوج اسکے رکاب میں جمع ہوگئی۔ اس واقعہ کے متعلق عاقل خاں لکھتا ہے۔

> اس منزل میں محل کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ سلطان مراد بخش نے اکبر آباد سے کوچ نہ کرکے رفاقت سے پہلو تہی کی اور بادشاہ کے ملازمین میں سے ایک جماعت نے آنجناب کی ملازمت اختیار کرکے اسکے ملازموں میں شامل ہوگئے۔ اور چونکہ تنخواہیں۔ اور عہدے طے شدہ ہیں کہ جو جمعیت ان کی جانب رجوع کرتی ہے اسکے ساتھ پوری رعایت کرتے ہیں۔ اسکے سپاہیوں کی جمعیت

دن بدن بڑھ رہی ہے (واقعات عالمگیری)

اورنگ زیب کو اب ایک اور فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے مراد کو اپنے خیمہ میں دعوت دی۔ جہاں اس عیش پسند شہزادہ نے کثرت سے شراب پی لی۔ اس حالت میں اسے قید کر دیا گیا۔ گو اورنگ زیب جیسے بہادر کے لیئے ایسی بات شایان شان نہیں تھی لیکن موقعہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اسے ایسا مجبوراً کرنا پڑا۔ ورنہ سخت خونریزی ہوتی۔

جیساکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے تین دن کے بعد اورنگ زیب دارا کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دارا بجائے اسکے کہ کابل جانے کی کوشش کرتا جہاں مہابت خاں ضرور اس کی مدد کرتا وہ سندھ کی طرف چلا گیا۔ اورنگ زیب نے جب دیکھا کہ دشمن نے خود اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار لی ہے تو وہ مشرق کو لوٹا جہاں شجاع شورش پیدا کر رہا تھا۔ چند مہینوں کے بعد دارا نے ایک فوج جمع کی۔ اور اجمیر کے قریب پھر اس کا اور اورنگ زیب کا مقابلہ ہوا قسمت نے پھر اورنگ زیب کا ساتھ دیا۔ اور دارا کو شکست فاش ہوئی۔

بدقسمت شہزادہ گجرات کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں چند ہفتوں بعد ملک جیون کے ہاتھوں گرفتار ہو کر دہلی لایا گیا۔ اور جہاں اسے قتل کر دیا گیا۔ دارا کا قتل موافق و مخالف سب تسلیم کرتے ہیں۔ واقعی وہ ایسا آدمی نہیں تھا کہ ہندوستان کے تخت پر بیٹھتا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب صحیح ہے کہ داراشکوہ نے پہل کی اور وہ تخت کے لائق نہیں تھا لیکن بہتر ہوتا کہ اسے قید کر دیا جاتا لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ تمام مدعیان تخت قید اور نظر بند ہو کر بھی سلطنت کے منصوبوں سے دستبردار نہیں ہوتے۔ ان کے طرفداروں کا ایک گروہ ہمیشہ ایسا موجود رہتا ہے جو ہر وقت

تک چین سے نہیں بیٹھتا جب تک کہ وہ مدعی تخت قتل نہ کر ڈالا جائے۔

شجاع نے دارا سے زیادہ فتنہ برپا کیا۔ اس نے ایک فوج جمع کرکے بنارس الہ آباد اور جون پور تک کو فتح کر لیا لیکن اورنگ زیب ذرا بھی ہراساں نہیں ہوا۔ اور اپنے لفٹننٹ میر جملہ کو ساتھ لیکر شجاع کو شکست فاش دی باوجود اسکے کہ ہگلی کے پرتگالی بھی اس کی مدد کر رہے تھے۔ اور راجہ جسونت سنگھ (جو اورنگ زیب کا طرفدار ہو گیا تھا) عین موقع پر دغا دیکر شجاع سے جا ملا تھا۔ شجاع اسکے بعد اراکان کے پہاڑوں میں بھاگ گیا اور پھر اسکا کہیں پتہ نہ چلا۔

اورنگ زیب اور ہندو

اورنگ زیب کا یورپین اور ہندو مورخین کے نزدیک سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے ہندوؤں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ انکو ملازمت سے موقوف کر دیا۔ ان کے مذہبی میلے اور درسگاہیں بند کروادیں۔ ان پر جزیہ لگایا۔ ان کے بتخانوں کو مسمار کروا دیا۔ کئی ہندو شہزادوں کو مسلمان کیا۔

اکبر اعظم نے اپنی سلطنت کو مضبوط اور قومی سلطنت بنانے کے لیئے ہندوؤں کی مدد کو ضروری خیال کیا۔ اور انہیں اپنی سلطنت کا شریک بنایا لیکن چونکہ اکبر اعظم کی جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس لیئے ہندوؤں نے اپنی حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ جہانگیر اکبر اعظم کا جانشین نرم تھا۔ ہندوؤں کو ہاتھ پاؤں نکالنے کی جرأت ہوئی انہوں نے متھرا اور دوسرے مقامات میں کئی مندر اور بتخانے بنائے صرف یہی نہیں بلکہ علانیہ مسلمانوں پر ظلم و تعدی شروع کر دی۔ ہندو مسلمان عورتوں سے جبریہ شادی کرتے تھے۔ ان کو گھروں میں ڈال لیتے تھے۔ مسجدوں کو توڑ کر اپنی عمارتوں میں داخل کر لیتے تھے۔ نہ صرف عمارتوں میں داخل کرتے۔ بلکہ بتخانے اور مندر بنواتے تھے۔

جب شاہ جہاں تخت نشین ہوا اور اسے ان تمام حالات کا علم ہوا تو اس نے بنارس کے جدید تعمیر شدہ بتخانے گروا دیے۔ مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکال لیا۔ جن مسجدوں کو گرا کر بتخانہ بنایا تھا بدستور مسجدیں بن گئیں۔

شاہجہاں کے آخری زمانہ میں جب تمام اختیارات داراشکوہ کے ہاتھ میں چلے گئے تھے تو ہندوؤں نے پھر وہی حرکتیں شروع کیں۔

عالمگیر جب تخت پر بیٹھا تو اس نے ہندوؤں کے اس ظلم اور تعدی کو روکنا چاہا۔ اس سے ایک عام شورش پیدا ہوگئی۔ جب عالمگیر کو تخت نشینی کے بارھویں برس یہ اطلاع ملی کہ ہندو مسلمان بچوں کو اپنے مکتبوں میں اپنی مذہبی تعلیم دیتے ہیں تو اس نے اس کے انسداد کا حکم دیدیا۔ اس کے چند دنوں بعد متھرا میں ہندوؤں نے شورش برپا کی اور عبد النبی خاں متھرا کا فوجدار مارا گیا۔ اس زمانہ میں بنارس کا بتخانہ، کاشی ناتھ اور متھرا کا بتخانہ گرا دیے گئے۔ عالمگیر نے صرف وہی بتخانے گرائے جہاں پر زور بغاوتیں ہوئیں مثلاً راجپوتانہ میں، جودھپور اور اودے پور بغاوت کا مرکز بن گئے تھے لہذا وہاں کے تمام بتخانے گروا دیے گئے۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جب ملک میں امن وامان قائم ہوگیا تو کوئی بتخانہ بھی نہ گرایا گیا۔ اس لیئے یورپین مورخوں کا یہ کہنا کہ چونکہ عالمگیر نے بتخانے گروائے اسلیئے بغاوت ہوئی بالکل غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لیئے بت خانے گروائے گئے۔ اورنگ زیب ۲۵ برس تک دکن میں رہا وہاں ہزارہا بتخانے تھے لیکن اورنگ زیب نے انکو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ حالانکہ اس کے لیئے بہت اچھا موقع تھا۔

بات یہ ہے کہ ہندو خواہ مخواہ اورنگ زیب کو بدنام کرتے ہیں اور اس کے احسان اور اس کی عنایات کا شکریہ ادا نہیں کرتے جو اس نے ہندوؤں سے کیئے انگلستان کے ایک مشہور مستشرق کرنل ڈی۔ سی فلٹ نے ایک فرمان شائع کیا

ہے جو عالمگیر کی طرف سے بنارس کے ناظم کے نام ہے۔ اس فرمان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کو اپنی ہندو رعایا کا کسقدر خیال تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے صرف وہی تبخانے تڑوائے جو بغاوت کا مرکز تھے لیکن امن وامان کے بعد اس نے خود تبخانوں کی حفاظت کا بندوبست کیا کاش ہندو اور یورپین مورخین تعصب کی پٹی ہٹاکر دیکھیں۔ فرمان مندرجہ ذیل ہے:

شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق کوئے مندر نہیں بنوائے جاسکتے۔ مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جاسکتا۔ ہمارے گوش گذار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال ازراہ جبر وتعدی قصبہ بنارس اور اس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم تبخانوں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے علیحدہ کردیں۔ جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہوکر مصیبت میں مبتلا ہوجائیں اسلیئے تم کو (ابوالحسن) حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی۔ کوئی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص ہمارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے، اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو، تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو۔ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ

(وقائع عالمگیر صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ ضمیمہ)

اس کے علاوہ ایک اور فرمان کی نقل بھی یہاں پیش کی جاتی ہے۔ جو

فی الحال زمین پڈرونہ ضلع گورکھپور کے قبضہ میں۔ اسکا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم طغریٰ بخط عربی

(مہر شاہی)

درین وقت فرمان والا شان شرف صدور یافت
کہ مبلغ پانصد روپیہ مع موضع کھیسیا وغیرہ
سی و سہ موضع در بست معمولہ پرگنہ سد ہورہ سرکار
جون پور مضاف صوبہ الہ آباد در وجہ انعام نانکار
ناتھوزمیندار پرگنہ کہ مالگزار است و شیوۂ رعیت
گیری راشعار خود ساختہ در چبوترہ عمال و جاگیرداران
حاضری باشد از فصل خریف یونت ئیل حب الضمن
مقرر باشد کہ حاصلات مواضع مذکورہ را با متعلقان
صرف معیشت نمودہ بدعائے بقائے دولت
روز افزوں اشتغال نماید و در سربراہی و
از دیاد آبادانی مفید باشد باید کہ حکام و عمال و
جاگیرداران و کروریان حال و استقبال مواضع
مزبورہ را بہ تصرف او واگذارند اصلاً و مطلقاً
تغیر و تبدیل بداں راہ ندہند و بعلت مالوجہات
و سایر جہالت و اخراجات مثل قلعہ و حربیانہ و
ضابطہ و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی
مزاحم نشوند کہ بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مفید باشد
بتاریخ نہم شہر الشعبان المعظم ۲۳ سنہ جلوس معلی تحریر یافت

اس وقت فرمان والا شان شرف
صدور لایا کہ مبلغ پانچ ہزار پانچسو
روپیہ آمد فی موضع کھیسیہ وغیرہ تینتیس
موضع معمولہ پرگنہ سد ہورہ سرکار جونپور
متعلقہ صوبہ الہ آباد بطور انعام نانکار
ناتھو زمیندار پرگنہ کو مالگذار ہے
اور رعیت گیری کا شیوہ اپنا شعار بنا کر
عمال اور جاگیرداروں کے چبوترہ میں
حاضر ہوتا ہے فصل خریف سے مقرر
ہو کہ آمدنی مواضع مذکور کی معہ متعلقین کے
صرف کرے اور دعائے بقائے دولت روز
افزوں کو اپنا مشغلہ بنائے اور سربراہی
اپنے ہاتھ میں لے اور خوشحالی اور آبادانی
کی زیادتی کی کوشش کرے کہ چاہیئے کہ حکام
اور عمال اور جاگیردار اور کروڑی موجودہ
اور آئندہ اسی مذکورہ مواضع کو اس کے
تصرف میں واگذار کریں اصلاً اور مطلقاً
تغیر و تبدیل کو اسمیں راہ ند یں۔

دالناظر اگست ۱۹۲۴ء

عالمگیر نے یہ رواداری نہ صرف اپنی محبوب رعایا کے ساتھ جاری رکھی بلکہ مسیحی مبلغین کو بھی مذہبی آزادی عطا کی اور ان کی جاگیروں کی بحالی کے لیے مختلف فرمان جاری کئے۔ چنانچہ ہم ایک فرمان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

پیشکاران موجودہ اور آئندہ جہات ہری پھلواری متعلقہ صوبہ دارالسلطنت لاہور کو معلوم ہو کہ چونکہ تقریباً بارہ بیگھے زمین قابل کاشت معہ ایک پختہ کنوئیں کے جماعت فرنگ ہری مذکور کے موضع میں خریدشدہ پادری یوسف وغیرہ فرنگی پادریوں کی واقع ہے اور بموجب فرمان کے انکو مقابر وغیرہ کے لیے انعام کے طور پر مرحمت ہوئی ہے، تاکید کی جاتی ہے کہ اراضی مذکور بدستور سابق حسب فرمان باقی رکھی جائے۔ کوئی مزاحم و متعرض نہو۔ اور تغیر و تبدل کو اس میں راہ ۔۔۔ نہ دے اور اس باب میں اس صورت کو معین جان کر تخلف و انحراف کو جائز نہ رکھیں۔ مرقومہ ۶ ذی الحج ۱۴ سنہ (رسالہ معارف فروری ۱۹۲۵ء)

ایک جگہ کپتان ہملٹن لکھتا ہے۔

پارسی بھی ہیں اور وہ اپنے رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۹)

اورنگ زیب پر ایک سنگین الزام یہ ہے کہ اس نے بنارس کا مندر تڑوا کر مسجد بنالی۔ ایک ہندو بزرگ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

کاشی میں بیشوا ناتھ جی کا مندر ضرور اورنگ زیب بادشاہ کے عہد حکومت میں توڑا گیا۔ لیکن بادی النظر میں اس مندر کے

توڑنیکا سبب مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اس کی تہ میں پولیٹکل
ضرورت معلوم ہوتی ہے، اورنگ زیب کے بڑے بھائی داراشکوہ
بنارس کے صوبہ دار تھے اور یہ امر ضروری ہے کہ ان کا بنارس
خاص میں بہت کچھ اثر رہا ہوگا۔ یہ بہت ممکن ہے کہ داراشکوہ
کے شکست دینے کے بعد اور بنارس میں مسلمانوں کی آبادی بڑھنے پر
اورنگ زیب نے بنارس میں مسجد بنانا تجویز کیا ہو اور داراشکوہ
کی پارٹی یا عام ہندو تعمیر مسجد میں حارج ہوئے ہوں اور بادشاہ
موصوف نے انکو دبانے کے لیئے مندر توڑ کر مسجد کے لیے حکم
صادر کیا ہو (رسالہ معارف فروری ۱۹۲۵ء)

اکثر ہندو حضرات جب کوئی ٹوٹا ہوا مندر یا بُت دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں
کہ اورنگ زیب نے انکو توڑا تھا اور خواہ مخواہ غلط بات اس کی طرف منسوب
کر دیتے ہیں۔ موجودہ شکستہ بت دراصل اس زمانہ کی یادگار ہیں جبکہ سناتن دہرمی
ہندوؤں نے شنکراچاریہ اور ان کے پیروں کے زیر اثر بدہوں کو مٹانا شروع
کیا اور ایک دوسرے کے مندر اور مورتیاں توڑنے لگے۔ ایک ہندو بزرگ
اسکے متعلق لکھتے ہیں:۔

آج کل یہ ایک عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہاں کوئی ٹوٹی ہوئی
مورت مل جاتی ہے اسکو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی
بتاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے۔ سوامی شنکراچاریہ کے زمانہ
میں جب جین اور بدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی
تھی اسوقت کی ہزارہا جین اور بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں
اسوقت لاعلمی سے ہندو مندروں میں موجود ہیں جن کو میں نے

بچشم خود بغور دیکھا ہے، مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں۔ حالانکہ یہ عرصۂ دراز سے شکست کی جا چکی تھیں (رسالہ معارف فروری سنہ ۱۹۲۵ء)

اس کے علاوہ پورے ہندوستان میں ہندو مندروں وغیرہ کے متعلق کئی فرمان اورنگ زیب نے صادر کئے ہیں جن میں سے دو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آپ نے ہندو بزرگوں کی تحریریں بھی پڑھی ہیں، اب ذرا کپتان ہملٹن جو ایک غیر جانبدار سیاح ہے اسکا بیان پڑھیئے۔ وہ لکھتا ہے۔

اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات و طریقۂ عبادت کے متعلق نہیں ہوتے۔ ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے اپنے معبود کی پرستش کرے صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار پہنچانا ان لوگوں میں بالکل مفقود ہے (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۹)

جسٹس سمیع اللہ صاحب نے کپتان ہملٹن کے بیانات کے علاوہ خود پچاس سال قبل کی ہندوستانی طرز معاشرت اور تمدن سے یہ صحیح نتیجہ نکالا ہے کہ اس عہد میں اس قسم کا کوئی خیال بھی نہیں تھا کہ ہندو مسلمان دو مستقل ہستیاں ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

کسی پرانے شہر کے پرانے محلہ میں قدم رکھیئے۔ خواہ وہ دہلی ہو آگرہ ہو۔ یا لکھنؤ کسی قصبہ میں جائے۔ خواہ امیٹھی ہو، کاکوری ہو یا جگور، تو کیا نظر آئیگا کہ ایک ہی دیوار کے سایہ میں ان دونوں مذاہب کے لوگ امن و امان سے پشتہا پشت زندگی بسر کر چکے ہیں،

اور اس کا اب بھی یہ اثر ہے کہ ایک ہی بنیا، بزاز، حجام۔ مالی۔
لوہار، سنار دونوں کی روزانہ ضروریات پوری کر رہا ہے۔
(ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۱۴۳)

ہندوؤں کی ملازمت سے برطرفی کے متعلق یہی یورپین مورخ شرمناک دروغ بیانی سے کام لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عالمگیر نے تمام ہندوؤں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ لیکن واقعہ صرف اسقدر ہے کہ ۱۰۸۲ھ میں عالمگیر نے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ داروں اور تعلقہ داروں کے پیشکار اور دیوان نیز محلات عالیہ کے مالگذاری وصول کرنے والے ہندو افسر مقرر نہ کئے جائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان عہدوں پر اکثر کائستھ مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے میں مشہور تھے۔ اس حکم کا مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن یہ حکم بھی قائم نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کر دی گئی کہ ایک پیشکار ہندو اور ایک مسلمان کر دیا جائے۔ اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندوؤں کی رشوت خواری اور غبن کی نگرانی رہے، ورنہ اگر مذہبی تعصب اسکا باعث ہوتا تو مسلمان کے شریک کرنے سے اسکو کیا تعلق تھا۔

کتاب میں کسی دوسری جگہ ان عہدہ داروں کی فہرست دی گئی ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ عام عہدہ داروں اور اہل فوج کا ذکر نہیں ان میں سے بعض آنریری عہدہ دار تھے اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے۔

ملازمت سے برطرفی سے بھی زیادہ سنگین الزام اورنگ زیب پر یہ لگایا جاتا ہے کہ اس نے ہندوؤں پر جزیہ لگایا۔ لیکن جزیہ کوئی ناگوار چیز تو تھی نہیں اکبر اعظم سے لیکر اب تک ہندوؤں کو جزیہ سے معاف رکھا گیا تھا۔ لیکن اورنگ زیب نے اپنے لیئے ایک خاص پالیسی سوچ رکھی تھی۔ اور اسی پر چلنا چاہتا تھا ایک خاص

مدت سے یہ معمول موقوف ہو چکا تھا اسکا نئے سرے سے قائم رکھنا ہندوؤں کے لئے کیونکر گوارا ہو سکتا تھا جن ہندوؤں سے جزیہ لیا جاتا تھا وہ فوجی خدمت سے بالکل آزاد تھے، جزیہ لگانے پر پہلے پہل ایک معمولی سی شورش اٹھی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بخود مٹ گئی۔

عالمگیر زاہد و عابد اور روکھا پھیکا آدمی تھا۔ اسے میلوں اور دوسری ایسی چیزوں سے سخت نفرت تھی۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی شاعروں۔ اور گویوں وغیرہ کو دربار میں آنے کی ممانعت کر دی۔ ایک خاص ورشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا اسکا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس نے مسلمانوں کے میلے مثلاً محرم میں تابوت نکالنا وغیرہ بند کرا دئے۔ اسی طرح اس نے ہندوؤں کے چند میلے جن سے اخلاق پر برا اثر پڑتا تھا بند کروا دئے۔

اس نے تمام کے تمام میلے وغیرہ ہرگز بند نہیں کروائے۔ یہ شرمناک دروغ بیانی ہے کپتان ہملٹن لکھتا ہے۔

> ریاست کا مسلمہ مذہب اسلام ہے، لیکن لغداد میں اگر دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے، ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے برت رکھتے ہیں۔ اور تہواروں کو اسی طرح سے مناتے ہیں جیسا کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے جبکہ بادشاہت خود ہندوؤں کی تھی وہ اپنے مردوں کو جلاتے تھے لیکن ان کی بیویوں کو اجازت نہیں ہے کہ شوہروں کے مردوں کے ساتھ ستی ہوں۔ (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۹)

معلوم نہیں ہندو مورخین اورنگ زیب کو کس طرح یہ الزام دیتے ہیں کہ اس نے ہندو شہزادوں کو مسلمان کر لیا۔ ان کے سامنے اس قسم کا ایک واقعہ بھی نہیں ہے،

وہ کہتے ہیں کہ راجہ جسونت سنگھ کے دو بچوں کو وہ یقیناً مسلمان کر لیتا۔ لیکن ان کی اس ذہنیت پر ہنسی آتی ہے۔

سنبھاجی کے قتل کے بعد جب اسکا بیٹا ساہو جس کی عمر صرف سات برس کی تھی اسکو خطاب وغیرہ عطا ہوا اور اسکا خیمہ اورنگ زیب کے خیمہ کیساتھ ایستادہ ہوتا تھا تو اورنگ زیب کو اسے مسلمان کرنیکا پورا موقعہ تھا۔ کیوں اس سنگدل اور متعصب نے ساہو کو مسلمان نہ بنالیا۔

طرز حکومت

اورنگ زیب کی سلطنت کا طرز حکومت وہی تھا۔ جو اکبر اعظم کے وقت تھا اس میں صرف تھوڑی سی تبدیلی ہوئی تھی۔

انتظام کی خاطر کل سلطنت صوبوں میں منقسم تھی، ہر صوبہ میں کئی کئی سرکاریں اور ہر سرکار میں کئی کئی پرگنے یا محل ہو جاتے تھے۔ صوبہ کا حاکم اعلیٰ سپہ سالار کہلاتا تھا اور وہاں کے تمام ملکی و جنگی اختیارات اسے تفویض کر دیئے جاتے تھے اس اصول پر سپہ سالار کے ماتحت ہر سرکار یا ضلع میں فوجدار اپنے علاقہ میں امن و انتظام کے ذمہ دار ہوتے تھے لیکن مقدمات کا فیصل کرنا میر عدل اور قاضی کا کام تھا شہروں میں یا بڑے بڑے قصبوں میں جرائم کی تفتیش و سراغ رسانی کے لیئے کوتوال مقرر تھے۔ اور دیہات میں یہ کام مالگذاروں کے سپرد کر دیا جاتا تھا

محکمہ فوج میں منصبداری کا طریقہ رائج تھا منصب دار کم سے کم دس سپاہیوں کا سردار ہوتا اور اس کے اوپر یک صدی۔ یک ہزاری کئی منصب ہوتے تھے۔ ایک ہزار سے اوپر والے منصبدار کو امیر کہتے تھے۔

اورنگ زیب نے تخت پر بیٹھتے ہی کئی اصلاحات کیں جن سے اس کی دور اندیشی اور قابلیت ثابت ہوتی ہے۔

سلطنت مغلیہ میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار مرجاتا تو اسکی تمام جائداد وغیرہ ضبط کرلی جاتی۔ عالمگیر نے اس قاعدہ کو بالکل اڑادیا۔

سب سے بڑا کام اس نے یہ کیا کہ ایک فرمان کے ذریعہ سے تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کردیئے اور عام منادی کرادی کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعویٰ ہو پیش کرے، اور سرکاری وکیل اس کی جوابدہی کرے۔ اگر اسکا حق ثابت ہو جائے تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے۔

اس نے درشن کے طریقہ کو بالکل بند کردیا۔ دربار میں ایسے شاعر بکثرت تھے جو بادشاہ کی مدح کرتے تھے۔ اورنگ زیب نے اس صیغہ کو بالکل بند کردیا۔

مالگزاری

ہندوستان کے تمام بادشاہوں کے زمانہ میں مالگزاری کے علاوہ بیسیوں ناجائز ٹیکس اور محصول جاری تھے۔ ان محصولوں کی تعداد اسی تک پہنچی تھی۔ اور ان کی آمدنی کروڑوں سے زیادہ تھی۔ عالمگیر نے یہ تمام محاصل ایکدم بند کروادیئے

اکبر کے زمانہ میں مالگزاری اور خراج کا جو دستورالعمل تیار ہوا تھا۔ اور جس کی پھر تجدید نہیں ہوئی تھی، عالمگیر نے اپنے زمانہ میں ترمیم و اصلاح کرکے ایک جدید دستورالعمل مرتب کیا۔ یہاں یہ ظاہر کردینا مقصود ہے کہ عالمگیر کے زمانہ میں محاصل سلطنت اسقدر ترقی کرگئے تھے کہ اکبر اعظم کے وقت سے اسوقت تک نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ عہد بعہد کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ اکبر اعظم	سنہ ۱۵۹۴ء	۱۸،۶۴۰،۰۰۰	پونڈ
	سنہ ۱۶۰۵ء	۱۹،۶۳۰،۰۰۰	"
۲۔ جہانگیر	سنہ ۱۶۲۷ء	۱۹،۶۸۰،۰۰۰	"
۳ شاہجہاں	سنہ ۱۶۲۸ء	۱۸،۷۵۰،۰۰۰	"

سنہ ۱۶۴۸ء	۳۴،۷۵۰،۰۰۰ پونڈ
سنہ ۱۶۵۵ء	۳۰،۰۸۰،۰۰۰ "
۴۔ اورنگ زیب عالمگیر سنہ ۱۶۶۰ء	۲۵،۴۱۰،۰۰۰ "
سنہ ۱۶۶۶ء	۲۶،۷۰۰،۰۰۰ "
سنہ ۱۶۶۷ء	۳۰،۸۵۰،۰۰۰ "
سنہ ۱۶۶۸ء	۴۰،۱۰۰،۰۰۰ "
سنہ ۱۶۹۷ء	۴۳،۳۵۰،۰۰۰ "

(اورنگ زیب از لین پول صفحہ ۱۲۱)

بیشک آمدنی بڑھنے کا ایک سبب حیدرآباد۔ بیجاپور۔ آسام وغیرہ نئے مفتوحہ علاقوں کا سلطنت میں شامل ہونا بھی تھا لیکن ان تمام کی آمدنی دس، بارہ کروڑ سے زیادہ نہیں ہوسکتی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ صرف ملک کی آبادی اور خوشحالی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

بلاشبہ اسوقت ملک بیحد فارغ البال اور خوشحال تھا اس زمانہ میں ہندوستان کے باشندے اپنی زلیست کے اسباب فراہم کرنے میں اس قدر پریشان نہیں تھے جتنے کہ آج کل نظر آتے ہیں، کپتان ہملٹن جس نے اس زمانہ میں ہندوستان کا سفر کیا تھا اسکی زبان سے ہندوستان کی خوشحالی کا تذکرہ سنئے۔

احمدآباد دولت، ثروت اور عظمت میں یورپ کے بڑے بڑے شہروں سے کچھ ہی کم ہوگا۔ صرف شہر سورت کی آمدنی ۱۶۲،۰۰۰ پونڈ تھی، اور احمدآباد کی اس سے دگنی، (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۲۵)

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے۔

ساحل کارومنڈل کے کنارہ پر ۳۰ میں ۲۰ پونڈ مچھلی جو کہ ذائقہ میں

ٹراؤٹ اور سامنی کے برابر ہوتی ہی ملتی تھی۔ (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۲۴)

شہر ڈھاکہ میں اشیا اسقدر ارزاں ہوتی تھیں کہ اسوقت اسکا یقین کرنا مشکل ہے میں نے ایک ایسے قابل اعتبار آدمی سے سنا جس نے موسم سرما میں وہاں زندگی بسر کی ہے کہ ۵۸۰ پونڈ چاول ایک روپیہ میں ملتا ہے۔

شہر کٹک میں مکھن ایک آنہ میں ایک پونڈ یعنی نصف سیر ملا کرتا تھا۔ (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۲۴)

بادشاہ کی حیثیت

عالمگیر بحد منصف مزاج تھا اور سلطنت کا نظم ونسق قائم رکھنے کے لیے سخت محنت کرتا تھا۔ پروفیسر علم الدین صاحب سالک ایک دن پروگرام میں لکھتے ہیں۔

عالمگیر اپنی گوناگوں مصروفیتوں کیوجہ سے اپنے آبا واجداد سے بازی لے گیا تھا وہ رات دن کام کرتا لیکن تھکاوٹ کے نام سے واقف نہیں تھا۔ ڈاکٹر جیلی کریری نے اسے ۸۰ برس کی عمر میں دیکھا تھا۔ اور اس کی مصروفیتوں پر حیران ہوکر اسکا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وہ سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا تھا۔ اس کی پگڑی میں زمرد کا ایک ٹکڑا لگا تھا وہ داد خواہوں کی عرضیاں لیتا۔ اور انہیں بلا عینک پڑھکر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اسکے ہشاش بشاش

چہرہ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے۔

۱۔ صبح :- عالمگیر بہت صبح اٹھتا اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر غسل کرتا۔ پھر وضو کر کے مسجد میں جا بیٹھتا نماز با جماعت ادا کرتا۔ اسکے بعد قرآن کی تلاوت کرتا۔ اور بعد ازاں حدیث کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتا۔

۲۔ خلوت گاہ :- عالمگیر چاشت کے وقت مسجد سے نکلکر خلوتگاہ میں آتا اور تخت عدل پر جلوہ گستر ہوتا۔ عدالت کے دار وغہ مظلوموں کی فریاد وغیرہ لیکر آتے۔ بادشاہ ان کی درخواستیں پڑھتا اور مقدمات کے انفصال میں امیر، غریب آقا، غلام کی مطلق تخصیص نہ کرتا۔ بین پول لکھتا ہے۔

مغل اعظم دریائے اعظم ہے جچے تلے انصاف سے عموماً فیصلے صادر کرتا ہے اس کے حضور میں سفارش اور رعایت کی کوئی پیش نہیں جاتی تھی۔ اور ادنی سے ادنی کی بات اسی تعدی سے سنتا ہے جس بڑے امیروں کی۔

اس کے دربار میں کسی کی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی ادنی سے ادنی آدمی جو چاہتا تھا کہتا تھا۔ اس کے عدل و انصاف کے بے شمار افسانے مشہور ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مرزا کام بخش جو اورنگ زیب کا سب سے پیارا لڑکا تھا کے کوکہ پر قتل کا الزام عائد ہوا۔ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ عدالت عام میں اس کی تحقیق کی جائے۔ اور دوران تفتیش میں اسے زیر حراست رکھا جائے۔ کام بخش کو جب اسکا پتہ چلا تو اسکی حمایت کرنے لگا عالمگیر نے کام بخش کو دربار میں بلایا

کام بخش اسکو بھی ساتھ لانا چاہتا تھا۔ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ اسکو بھی کوکہ کے ساتھ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی لیکن اسقدر سختی اور پابندی کے باوجود اس سے کوئی ظالمانہ فعل سرزد نہیں ہوا۔ لین پول لکھتا ہے۔

اسکے خلاف کسی ظالمانہ فعل کا ثبوت نہیں ملتا۔ (اورنگ زیب صفحہ ۶۴)

۳۔ معائنہ۔ اس سے فارغ ہوکر وہ فوج کا معائنہ کرتا۔ اور اس جماعت کو اچھی طرح دیکھ بھال لیتا جو نماز جمعہ کے جلوس میں اسکے ہمرکاب ہوتی تھی۔ اسوقت ہاتھی بھی پیش ہوتے تھے بعض اوقات ان کی لڑائی بھی کرائی جاتی۔ داروغہ ان ہاتھیوں کی قواعد بھی کراتا جو لڑائی کے لیئے سدھائے جاتے تھے۔

۴۔ دیوان عام۔ اس کے بعد دربار عام منعقد ہوتا اس میں سلطنت کے امور عامہ اور ترقی و تنزل کے مراتب طے پاتے۔

۵۔ دیوان خاص۔ گیارہ بجے کے قریب بادشاہ دیوان خاص میں جلوہ گر ہوتا۔ یہاں سلطنت کے خاص امور طے پاتے۔ تمام امراء وغیرہ کی باریابی ہوتی۔ وزیر اعظم مختلف صوبوں کی رپورٹ پیش کرتا بعض معاملات میں وہ وزراء کو ہدایت کرتا۔ اور اس کی ہدایت کے بموجب فرمان تیار ہوتے۔ ان پر اپنے دست خاص سے مہر ثبت کرتا۔ اکثر فرامین وہ خود لکھا کرتا تھا۔

۶۔ حرم سرا۔ دوپہر کے وقت وہ حرم سرا میں داخل ہوتا کھانا کھاتا اور آرام کرتا۔

۷۔ نماز ظہر۔ بیدار ہوکر غسل کرتا پھر نماز پڑھتا۔

۸۔ غسل خانہ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ غسل خانہ میں

رونق افروز ہوتا۔ یہ مقام حرم سرا۔ اور دیوان خاص کے درمیان واقع ہے، یہاں سلطنت کے اہم ترین اور پیچیدہ معاملات طے ہوتے۔ ان سے فراغت کے بعد وہ مطالعہ میں مصروف ہوجاتا

۹۔ **نماز عصر**۔ مطالعہ کے بعد نماز عصر پڑھتا۔ پھر امورات ملکی میں مشغول ہو جاتا۔ لشکریوں کی درخواستوں کا انفصال فوج کا بندوبست اور مہمات کے نقشے اسی وقت تیار ہوتے۔ غروب آفتاب سے نصف گھنٹے پیشتر وہ دیوان خاص میں جلوہ گر ہوتا۔ سلطنت کے دخل دفر درغ پر بحث و مباحثہ ہوتا منصبداروں کا عزل ونصب بھی اسی وقت ہوتا۔ اذان سننے کے بعد مسجد میں جاکر با جماعت نماز ادا کرتا۔

۱۰۔ **دیوان خاص**۔ دیوان خاص میں شمع کافوری روشن کیجاتی وزیر اعظم محکمہ مالیات کی رپورٹ پیش کرتا۔ یہ کارروائی عشا تک جاری رہتی۔

۱۱۔ **خوابگاہ**۔ عشا کے بعد بادشاہ فقہ۔ سیرت، اور تاریخ کا مطالعہ کرتا۔ بعدازاں کھانا کھاتا۔ کاظم شیرازی کا بیان ہے کہ وہ دن رات میں صرف تین گھنٹہ آرام کرتا تھا۔

بدھ کا دن فقط دربار عدل کے لیے وقف تھا۔ اس دن مفتی اور فضلاء شان و شوکت سے حاضر دربار ہوتے بادشاہ خود مقدمات سنتا اور اپنے ہاتھ سے فیصلے لکھتا۔ جمعرات کو نصف دن کی تعطیل ہوتی۔ کام دن کے نصف حصہ میں ہوتا تھا۔ جمعہ تعطیل عام کا دن تھا۔

اورنگ زیب کے خطوط و فرامین سے اس کے آئین سلطنت، اصول

حکمرانی اور ممالک مقبوضہ کے نظم و نسق کے علاوہ شہزادوں کی تعلیم و تربیت اور فرائض شاہی کے متعلق بھی بہت کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس کے ارشادات و خطابات جو اس نے وقتاً فوقتاً اپنے امرا اور ارکین سلطنت کی تنبیہہ تادیب اور رہنمائی کے لیئے صادر فرمائے۔ وہ اصول حکمرانی اور ضوابط حکومت کا ایک مکمل دستور العمل ہیں جو ہر زمانہ میں قابل تقلید ہو سکتے ہیں اورنگ زیب جب ابھی بادشاہ نہیں ہوا تھا اور دکن کا گورنر تھا اسوقت شہزادہ اکبر جس کی عمر اسوقت پندرہ سال کی تھی شاہجہاں کی خدمت میں باریابی کی غرض سے اجمیر روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اورنگ زیب چاہتا تھا کہ یہ نوخیز اور ناتجربہ کار شہزادہ شہنشاہ کے حضور میں ارکین سلطنت پر یہ ثابت کردے کہ اس نے ایک قابل باپ کی نگرانی میں نہایت اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی ہے اسلیئے اس نے مفصلہ ذیل ہدایت اپنے بیٹے کی رہنمائی کے لیئے ارسال کیں۔

سفر و حضر میں تم کو ہمیشہ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ بارہ منٹ قبل بیدار ہونا چاہیئے ۴۸ منٹ غسل اور دیگر حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے میں صرف کرو۔ اور پھر فوراً ادائے نماز کے لیئے کمرہ سے باہر نکل آؤ۔ نماز اور وظائف مقررہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک پارہ کلام مجید کا ضرور پڑھو اس کے بعد اندرونی کمرہ میں جا کر ناشتہ کرو۔ حالات سفر میں طلوع آفتاب سے ۴۸ منٹ بعد گھوڑے پر سوار ہو۔ اگر اثنا راہ میں شکار کھیلنے کا اتفاق ہو تو اسکا پورا اہتمام کرلو کہ وقت مقررہ پر اپنی جائے قیام پر ضرور پہنچ جاؤ۔ وہاں پہنچکر اگر تمہارا دل چاہے اور کافی وقت میسر ہو تو عربی کا کچھ مطالعہ کر لیا کرو۔ ورنہ آرام کرو۔

بارہ بجکر ۲ منٹ پر جب وقت زوال شروع ہو جائے تو نماز ظہر کی تیاری کرو۔ نماز ہمیشہ خیمہ شاہی کے باہر باجماعت ادا کیا کرو۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر آرام کرو۔ اس عرصہ میں نماز عصر کا وقت ہو جائیگا۔ لیکن کھانے کے بعد اگر تم استراحت کے عادی نہیں ہو تو یہ وقت خطوط کے جواب لکھنے میں اور فارسی نظم و نثر کی کتابیں پڑھنے میں صرف کیا کرو۔ نماز عصر پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر عربی کا مطالعہ کیا کرو۔ اور نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد دربار خاص منعقد کرو۔ شام ہونے کے اڑتالیس منٹ بعد تک دربار خاص میں رہا کرو۔ اس کے بعد دربار سے اٹھکر ایک پارہ قرآن شریف کی تلاوت بلا ناغہ کیا کرو، پھر دیوان خاص میں جاکر سو جاؤ۔ حالات سفر میں منزل پر پہنچکر تمام متذکرہ بالا امور حسب ہدایت پابندی کے ساتھ انجام دو لیکن علی الصبح سواری کے میدان میں ۴۸ منٹ تک تیراندازی کی مشق اور چاندماری کر لیا کرو۔ اور طلوع آفتاب کے بعد جب پورا ایک گھنٹہ اور چوبیس منٹ گذر جائیں تو دربار عام منعقد کرو اور امور سیاسی و معاملات ملکی کے بارہ میں صلاح و مشورہ کرنے میں اڑتالیس منٹ یا اس سے کم و بیش صرف کیا کرو۔ بعد ازاں اگر کسی خاص اور اہم کام کے لیئے مشورہ و تبادلۂ خیالات کی ضرورت ہو تو امراء خاص کو بلاکر ان سے نجی کے طور پر صلاح لے لیا کرو۔ یا اتنا وقت مطالعہ عربی میں صرف کرو۔ سفر کے دن دو پارے ورنہ تین پارہ قرآن شریف کے پڑھا کرو۔ اگر منزل مقصود تک

پہنچنے میں زیادہ وقت کی ضرورت ہو تو نماز فجر سے فارغ ہوتے
ہی روانہ ہو جایا کرو۔ اور راستہ میں ناشتہ کیا کرو۔ ورنہ قبل از
روانگی ناشتہ سے فارغ ہو جاؤ۔ بیوقت یعنی صبح کو اجالا ہونے سے
قبل اور رات کو نو بجے کے بعد کبھی روانگی سفر کے لیے تیار نہ ہو
راستہ میں اگر تم شکار میں مشغول ہو جاؤ تو اپنی فوج کو بخشی فوج
کے ہمراہ جائے قیام پر بہت نزدیک راستہ سے روانہ کر دو۔ اور
شکارگاہ میں بعض معدودے چند ہمراہیوں کو اپنے جلو میں رکھو
(الناظر ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء)

چونکہ سلطنت مغلیہ کا استحکام بادشاہوں کی جنگی قابلیت اور فنون سپہ گری میں مہارت پر مبنی تھا اس لیئے اورنگ زیب چاہتا تھا کہ اس کے بیٹے عیش پسندی اور آرام طلبی میں مصروف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر شہزادہ اکبر کو نصیحت کرتا ہے۔

رفتہ رفتہ تم کو ہتھیاروں کے ٹھیک استعمال اور انکو اپنے
بدن پر سجانے میں کامل دستگاہ حاصل کر لینی چاہیئے۔ جسوقت
تک پسینہ بالکل خشک نہ ہو جائے اپنے جسم سے فوجی لباس مت
اتارو اس لیئے کہ ایسا کرنے سے بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔
(الناظر ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء)

فوج میں نظم و ترتیب قائم رکھنے کے بارے میں وہ ہدایت کرتا ہے۔

سوائے محمد طاہر (اتالیق) کے کسی دوسرے افسر کو یا بارہ
ہزار سوار سے کم رتبہ کے منصبدار کو اپنی فوج سے آگے مت چلنے
دو۔ دربار میں یا کوچ کے وقت ضروری گفتگو کیا کرو۔ جو لوگ

حیثیت اور مرتبہ میں اس قابل نہیں ہیں کہ تم سے ہمکلام ہو سکیں
انکو نہایت نرمی اور ملاطفت سے ٹال دو۔ اس قسم کا طرز عمل
ان کے دل میں تمہاری جانب سے خوف اور وقعت پیدا کردیگا۔

(الناظر ماہ جنوری ۱۹۲۳ء)

امور سلطنت کے انصرام میں اورنگ زیب کی ہمہ تن مشغولیت کا تذکرہ
پہلے آچکا ہے اس محنت مشقت کو دیکھکر اس کے ہوا خواہوں کو اندیشہ ہوگیا تھا
کہ بادشاہ کی صحت پر اسکا برا اثر پڑیگا۔ اس کے علاوہ بادشاہ کی نگرانی کی وجہ
سے امراء و اراکین اور عمال سلطنت کی ناجائز آمدنی کے دروازے بھی بند
ہوگئے تھے، چنانچہ ایک دن اس محنت و مشقت کی طرف ایک خاص امیر نے
توجہ دلائی۔ اسکے جواب میں اس اولوالعزم بادشاہ نے ارشاد فرمایا۔

بادشاہ کے ان فرائض اور ذمہ داریوں کے متعلق آپ
لوگوں کو کوئی اختلاف رائے نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ مشکلات اور
خطرات کے موقعوں پر اسکا فرض ہے کہ اپنی زندگی کو سب سے
پہلے معرض ہلاکت میں ڈالے، اور اگر ضرورت ہو تو ان لوگوں
کی حفاظت میں جو اس کی نگرانی میں دیدیئے گئے ہیں تلوار
ہاتھ میں لیئے ہوئے اپنی جان دیدے۔ تعجب ہے کہ ہمدرد
اور محتاط آدمی مجھکو ترغیب دے رہے ہیں کہ رعایا کی فلاح و بہبود
کا خیال میرے لیئے کوئی پریشانی یا فکر کا باعث نہیں ہونا چاہیئے
اور ان کی بہتری کی تدابیر سوچنے میں میری ایک شب کی نیند
بھی خراب نہ ہونی چاہیئے اور نہ اس وجہ سے کوئی دن خواہشات
نفسانی کو پورا کرنے میں صرف ہونے سے بچ سکے۔ اس کی رائے

ہے کہ صحت جسمانی کے تحفظ کا خیال میرے نزدیک سب سے
زیادہ اہم ہونا چاہیئے۔ اور مجھے بالخصوص ان اسباب و ذرائع
کو تلاش کرتے رہنا چاہیئے جو میرے ذاتی آرام و آسائش میں
معین و مؤید ہو سکیں۔ بلاشبہ اس کی یہ خواہش ہے کہ میں
امور سلطنت کا انصرام کسی وزیر کے ہاتھوں میں دیدوں۔
اس نے ہرگز یہ خیال نہیں کیا کہ ایک بادشاہ کے گھر پیدا ہونے
اور تخت حکومت پر متمکن ہونے کی وجہ سے گویا قدرت نے
مجھکو اس خدمت پر مامور کر کے دنیا میں بھیجا ہے کہ میں
یہاں اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کی خاطر زندہ رہوں اور
مشقت کروں کیونکہ یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنی سہولت اور
آسائش کا صرف اس حد تک لحاظ کروں جہانتک وہ عوام
کی فلاح و بہبود سے متعلق ہیں رعایا کی خوشحالی اور آسائش
ہمیشہ میرے مد نظر رہنی چاہیئے اور انصاف و عدل کی خواہش
اقتدار شاہی کی بحالی اور تحفظ سلطنت کے علاوہ اور کسی غرض
کے لیئے ان کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے یہ شخص ان نتائج
کو نہیں جان سکتا جو میرے تساہل سے پیدا ہوں گے۔ اور
یہ ان نتائج سے بالکل ناواقف ہے جو دوسرونکو اختیارات
سونپ دینے سے معرض ظہور میں آئیں گے۔

(الناظر ماہ جنوری ۱۹۲۳ء)

سترہویں صدی کے اس ظالم و جابر بادشاہ کے ان خیالات کو پڑھیئے
اور اس دور تمدن و تہذیب کے کسی شہرہ آفاق ماہر تعلیم یا کسی حریت نواز

اور آزاد خیال سیاسی اہل الرائے کے خیالات سے موازنہ کیجئے اور سوچئے
کہ کیا یہ انصاف کشی اور اخفائے حقیقت کی ایک مجرمانہ کوشش نہیں ہے
کہ ہماری تمام تاریخی معلومات اور دماغی کدوکاوش صرف یہ ثابت کرنے میں
صرف ہو

کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

فتوحات

اورنگ زیب کے عہد میں افغانوں اور راجپوتوں کی شورش بڑھی
اور دکن کی لڑائیوں کے علاوہ چند اور بھی معمولی فتوحات ہوئیں جنکا مختصراً
تذکرہ کے بعد ان کا تذکرہ کیا جائیگا۔ کہ ہندو اور یورپین مورخین نے انہیں
لڑائیوں کی وجہ سے اورنگ زیب کو موردالزام ٹھیرایا ہے۔
بنگال کے گورنر میر جملہ نے کوچ بہار کا علاقہ فتح کیا اور دریائے برہم پتر
کو عبور کر کے تمام آسام پر قابض ہو گیا۔ اس کے کچھہ دنوں بعد اس قابل
جنرل کا انتقال ہو گیا۔ دو سال کے بعد شائستہ خاں نے خلیج بنگال کے مشرقی
ساحل پر جہاں قزاقوں نے لوٹ مچا رکھی تھی فوج کشی کی اور چٹاگاؤں تک
کا سیراب علاقہ سلطنت میں شامل کر لیا۔
کشمیر کے صوبہ دار نے تبت خورد پر چڑہائی کی اور اسے فتح کر لیا اسکے
علاوہ اور بھی معمولی شورشیں ہوئیں جنہیں اپنی عادت سے مجبور ہو کر یورپین مورخ
بہت بڑہا چڑہا کر بیان کرتے ہیں لیکن یہ شورشیں بالکل ایسی تھیں جیسے آج کل
محرم اور رام لیلا وغیرہ کے موقعہ پر ہو جاتی ہیں۔ اس زمانہ میں متھرا کے جاٹوں
کا واقعہ ہوا نارنول کے ست نامی اٹھے اور برہان پور میں محرم کے دن فساد
ہوا لیکن ان شورشوں کو معمولی طریقہ سے فرو کر دیا گیا ہم کو یہ بات نظر انداز

نہیں کرنی چاہیے کہ ان دنوں ہندوستان کے لوگ ہتھیار رکھتے تھے اور انہیں استعمال کرنا بھی جانتے تھے اس لیے اکثر یہ شورشیں زیادہ زور پکڑ لیتی تھیں۔

پٹھانوں سے لڑائی

پٹھانوں کے مختلف قبیلے درہ خیبر کے قریب پہاڑوں میں رہا کرتے تھے وہ بہت نڈر اور جنگجو تھے اور کسی قانون وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ وہ سلطنت مغلیہ کے عمال کو ہمیشہ پریشان کرتے اور آئے دن کوئی نہ کوئی شورش برپا رکھتے اکبر اعظم سے لیکر اسوقت تک کوئی انکا پوری طرح سے استیصال نکر سکا تھا۔ وہ مختلف گروہوں میں منقسم تھے اور ایک گروہ کا دوسرے سے کچھہ تعلق نہ تھا۔ گو کسی بیرونی دشمن کے مقابلہ میں وہ متحد ہو جاتے تھے۔ ان کے ساتھہ بحیثیت مجموعی صلح کرنا بھی مشکل کام تھا۔

اورنگ زیب نے ایک فوج ان کے مقابلہ کو بھیجی۔ مگر اسے کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ دیکھکر اورنگ زیب خود حسن ابدال پہنچا۔ اس کے پہنچتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ اورنگ زیب نے اصغر خاں کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اصغر خاں نے اس سختی سے ان پٹھانوں کا پیچھا کیا کہ انہیں سر چھپانے کو کہیں جگہ نہ ملتی تھی۔ اس نے افغانوں کے دل میں ایسی ہیبت بٹھا دی تھی کہ مائیں بچوں کو اسکا نام لیکر ڈراتی تھیں۔

راجپوتانہ کی شورش

افغانوں کی تسخیر کے کچھہ سال بعد راجپوتوں نے بھی بغاوت کی۔ انگلو انڈین اور ہندو مورخین اس کو مذہبی جنگ قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔

اورنگ زیب نے کوشش کی کہ جسونت سنگھ کے دونوں

بیٹوں کو دہلی بلائے تاکہ وہ تعلیم حاصل کریں اور وہ یقیناً انہیں اپنی نگرانی میں مسلمان بنا لیتا۔ راجپوت اسکو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ (اورنگ زیب از لین پول صفحہ ۱۳۹)

اس جھوٹ اور تعصب کا حال ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

ایک مورخ کے بیان کے مطابق یہ تمام شورش ایک غلط فہمی کی بنا پر شروع ہوئی اور چند مہینوں بعد معمولی طریقہ سے اسکو فرو بھی کر دیا گیا۔

راجہ جسونت سنگھ جس نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اورنگ زیب کو دھوکا دیا تھا کابل میں مرگیا اور کسی کو بھی اپنا ولیعہد نہیں چھوڑا۔ جب جسونت سنگھ کے انتقال کی خبر راجپوتانہ پہنچی تو ایشوری داس کے الفاظ میں

میواڑ کے گھرانے کے ہر ایک راجپوت کے سر میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنی حکومت جتلانے کے لیئے فتنہ اور شورش برپا کرے

(ایشوری داس سرکار کے ذریعہ سے رسالہ اسلامک کلچر صفحہ ۲۹)

اورنگ زیب نے جب یہ حالات دیکھے تو اس نے اپنے چند سرداروں کو جودھپور روانہ کیا تاکہ فتنہ پردازوں پر اسوقت تک نظر رکھیں جب تک وراثت کا جھگڑا طے نہ ہو جائے، چند دنوں بعد جسونت سنگھ کے بھتیجے اندر سنگھ کو میواڑ کا راجہ مقرر کیا گیا اور مہاراجگی کا خطاب، تلوار اور شاہی خلعت وغیرہ اسکے پاس بھیجے۔ اس فیصلہ پر وہ لوگ جو راجہ کے خطاب کے متوقع تھے بہت ناراض ہوئے، اور ایک عام شورش پیدا کر دی۔

مولانا شبلیؒ مرحوم لکھتے ہیں۔

تیموریوں کے دربار کا یہ ایک عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار مر جاتا تو بادشاہ اس کے بچوں کو خود طلب کرکے اپنے

دامن تربیت میں پالتا لیکن جسونت سنگھ کا طرز عمل جو ہمیشہ سے رہا اس سے افسروں پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا چنانچہ انھوں نے شاہی حکم کے وصول ہونیکا انتظار بھی نہ کیا اور دلی کی طرف روانہ ہوگئے۔ دریائے اٹک پر میر بحر نے اس بنا پر روکا کہ پروانہ راہداری دکھاؤ۔ اس پر وہ آمادہ جنگ ہوگئے۔ اور زبردستی دریا کو عبور کیا۔ دار السلطنت کے قریب آئے تو ان کی باغیانہ اور گستاخانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر نے حکم دیا کہ شہر کے باہر قیام کریں اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ انہیں نظر بند رکھیں چند دنوں بعد راجپوتوں نے وطن جانے کی درخواست کی بادشاہ نے اجازت دے دی۔ یہ فریب کار دھوکا دیکر جسونت سنگھ کے بچوں کو بھی لے گئے۔ اور ان کی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے۔ مہارانا ادے پور نے ان کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ اور درگاداس و مہارانا نے کھلم کھلا بغاوت کردی۔

(اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر صفحہ ۵۳)

اورنگ زیب خود شاہی لشکر لیکر اجمیر پہنچا۔ پہلے مہارانا کو لکھا کہ باغیوں کا ساتھ چھوڑ دے۔ اور جسونت سنگھ کے دونوں لڑکوں کو واپس کردے پہلے تو مہارانا نے اقرار کرلیا۔ اور بعد میں اپنے وعدہ سے پھر گیا۔ اورنگ زیب نے لڑائی شروع کردی اور اپنے بیٹے اکبر کو شاہی فوج کا سپہ سالار مقرر کردیا۔ مہارانا نے اکبر کو بادشاہت کا لالچ دیکر اپنی طرف کرلیا۔ اور یہ ناخلف بیٹا باغیوں سے جا ملا۔ اس ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جنگ کو مذہبی جنگ کہنا کہاں تک ٹھیک ہے۔ اورنگ زیب نے جب یہ خبر سنی تو اس کی

پیشانی پر بل تک نہیں آیا۔ اور میواڑ کو فتح کرکے اودے پور کا محاصرہ کرلیا، مہارانا
نے عاجز آکر معافی مانگ لی۔ عالمگیر نے فیاضی سے کام لیا۔ صرف یہی نہیں جب
مہارانا دربار میں آیا تو اسے خلعت، خطاب، اور پانچہزاری کا منصب عطا کیا
اور اس طرح معمولی طریقہ سے اس بغاوت کا خاتمہ ہوا۔

اس بغاوت کے بعد یورپین مورخوں کا بیان ہے کہ راجپوتوں نے
عالمگیر سے قطع تعلق کرلیا۔ اور انھوں نے کبھی اس کی حمایت نہیں کی۔ لیکن
یہ بالکل غلط ہے۔ ہم آخر وقت تک راجپوتوں کو عالمگیر کے پہلو بہ پہلو لڑتا ہوا
دیکھتے ہیں۔ چنانچہ چند مشہور راجپوتوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ راجہ جے سنگھ۔ سموگڈھ کی لڑائی کے بعد دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے
۱۰۷۵ھ میں سیواجی کے استیصال کو روانہ ہوئے۔ سیواجی کو معافی مانگنی پڑی
۱۰۷۶ھ میں بیجاپور کی مہم پر روانہ ہوکر کامیاب رہے۔ ۱۰۷۸ھ میں انتقال
ہوا۔

۲۔ کنور رام سنگھ۔ ۱۰۷۸ھ میں راجہ جے سنگھ کی وفات پر خطاب راجگی
سے مفتخر ہوکر منصب چہار ہزاری سے سرفراز کئے گئے۔ باپ کی کل جاگیر مرحمت
ہوئی، ۱۰۸۶ھ میں انتقال ہوا۔

۳۔ راجہ بشن سنگھ۔ ۱۰۹۵ھ میں خطاب راجگی سے سرفراز کئے گئے۔ اسی سال
راٹھوروں کی تنبیہ پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد اسلام آباد (متھرا) کی فوجداری
پر مقرر ہوکر ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔

۴۔ دھیراج راجہ جے سنگھ سوائی۔ سلطنت مغلیہ کے دور آخری کے
مشہور ارکان میں سے تھے۔ شہر جے پور انہیں کا بسایا ہوا ہے عمدۃ الملک
اسد خاں کے ساتھ قلعہ کھلنا کی تسخیر پر مامور ہوئے۔

۵۔ راجہ رائے سنگھ۔ سموگڑھ کی لڑائی کے بعد حاضر ہوئے راجہ جے سنگھ کے ہمراہ بیجاپور کی مہم پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں شہزادہ معظم کے ہمراہ دکن میں مامور ہوئے آخری وقت میں عبدالکریم میانہ کے مقابلہ میں صفیں درست کر رہے تھے کہ موت آگئی۔

۶۔ راجہ اندر سنگھ۔ راجہ جسونت سنگھ کی موت کے بعد خطاب راجگی ملا راجپوتوں سے جنگ کے وقت شہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا۔ اسکے بعد دکن کی مہم میں بھی متعین رہا۔

۷۔ راجہ مان سنگھ۔ راجہ روپ سنگھ جو عالمگیر کا کٹر دشمن تھا اسکا لڑکا قلعہ جینجی کی تسخیر پر ذوالفقار علی خاں نصرت جنگ کے ہمراہ مامور ہوا منصب سہ ہزاری سے مفتخر ہوا۔ آخر وقت تک اپنے آقائے نعمت کی خدمت بجا لاتا رہا۔

۸۔ راؤ بھاؤ سنگھ۔ عالمگیر کے وفاداروں میں سے تھے۔ قلعہ جالنہ بیلواجی اور چاندہ کی مہمات پر مقرر ہوئے

۹۔ رام سنگھ ہاڈا۔ مرہٹوں کی لڑائی میں شریک رہے انکے خاندان کے اشخاص پر بدخواہی اور بغاوت کا کبھی بھی داغ نہ لگا۔

۱۰۔ راجہ انوپ سنگھ۔ دکن کی لڑائیوں میں خاص نام پیدا کر کے اورنگ آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ سیوجی نے شورش برپا کی۔ اس نے اپنی تھوڑی سی فوج سے بساط سے زیادہ کر دکھایا۔ اسکے بعد نصرت آباد سکھر کا قلعہ دار اور فوجدار رہا۔ یہاں سے امتیاز گڑھ کی حکومت پر سرفراز کیا گیا۔

اسکے علاوہ اور سینکڑوں راجپوت امیر اور سردار تھے جنھوں ہر وقت عالمگیر کی مدد کی۔ ان سب کی فہرست کے لیے ایک بہت بڑی جگہ درکار ہے اور جسکی

یہاں مطلق گنجائش نہیں۔

دکن کی اسلامی سلطنتیں

سلطنت بہمنی کے زوال کے وقت یہ بڑی سلطنت پانچ ریاستوں میں منقسم ہوگئی۔ گولکنڈہ، بیجاپور، خاندیس، برار، اور احمد نگر۔ یہ پانچ ریاستیں تھیں ان پانچوں میں ہمیشہ خانہ جنگی رہتی تھی۔ اسی خانہ جنگی کی بدولت سب سے پہلے اکبر اعظم کو مداخلت کا موقع ملا۔ اور اس نے بعض ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔ جہانگیر اور شاہ جہاں ان ریاستوں سے لڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن ان ریاستوں کے بادشاہ مجبوری کیوقت صلح کرلیتے اور بعد میں دشمن بن جاتے۔ اس وجہ سے ان دونوں نے بھی مداخلت کی، اورنگ زیب جب تخت نشین ہوا تو ان ریاستوں میں صرف دو بیجاپور اور گولکنڈہ باقی تھیں۔ ان ریاستوں کی حالت بیحد خراب تھی۔ بادشاہ عیش و عشرت میں غرق تھے، مرہٹے سارے ملک میں شورش برپا کررہے تھے آپس میں خانہ جنگی تھی۔ رعایا کی حالت تباہ کن تھی۔

بیجاپور کا بادشاہ اسوقت سکندر خاں نامی ایک مجہول النسب شخص تھا۔ اسی سکندر نے افضل خاں کو سیواجی کے خلاف بھیجا تھا۔ چند روز کے بعد جب سیواجی مرگیا تو سکندر خاں نے اپنی کمزوری اور مغلوں کی قدیم عداوت کی بنا پر سنبھاجی سے سازش کرلی اور عالمگیر کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتا رہا۔ خافی خاں لکھتا ہے۔

> سکندر خاں دشمن کی رفاقت کرتا تھا۔ اس سے متواتر کہا گیا اور مکرر فرمان نصیحت آمیز اور تہدید و وعدہ وعید سے لبریز صادر کیے گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا (واقعات عالمگیر)

اورنگ زیب آخر کب تک صبر کرتا۔ آخر۔۔۔۔۔ اس نے اس کی فتح کا عزم کیا

ارادہ کرلیا۔ وہ احمد نگر کی طرف بڑھا اور بڑی ہوشیاری سے مرہٹوں کی ناکہ بندی کر کے ایک بڑی فوج بیجاپور کی طرف روانہ کی۔ آندی پر ایک زبردست لڑائی ہوئی اور بیجاپور کا محاصر کرلیا گیا۔ ایک سال کے محاصرہ کے بعد ۱۶۸۶ء میں اس شاہ شطرنج نے شہر فاتحین کے حوالہ کر دیا۔

گولکنڈہ کا بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ بیحد عیش پرست تھا۔ اور اس نے تمام ریاست کو اسی رنگ میں رنگ دیا تھا۔ ہر طرف علانیہ شراب خوری اور بدمعاشی پھیل گئی تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب سیواجی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر آیا تھا اس نے ابوالحسن سے کہا ہم اور آپ ملکر شاہی ممالک پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ تانا شاہ نے روپیہ اور فوج سے برابر سیواجی کی مدد کی۔ سیواجی جب مرگیا تو اس نے سنبھاجی کو ہر قسم کی مدد دی۔

اس پر طرہ یہ کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مصروف تھا تو تانا شاہ نے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے میں اور دوسری طرف سے سنبھاجی فوج لیکر بڑھتا ہے، دیکھیں حضرت کس کس سے مقابلہ کرتے ہیں۔

جب عالمگیر بیجاپور کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے تانا شاہ کے سامنے تین شرائط پیش کیں کہ اگر وہ ان کو قبول کرے تو معاف کر دیا جائیگا۔ وہ تین شرائط یہ تھیں۔ مادنا کو وزارت سے معزول کر دیا جائے۔ وہ ممالک جن پر غصباً قبضہ کرلیا ہے واپس کر دئے جائیں اور پیشکش مقررہ کی بقایات ادا کر دیجائیں۔ لیکن تانا شاہ نے ان شرائط کو ٹھکرا دیا۔ اورنگ زیب نے لشکر کشی کر کے اسکو بھی فتح کرلیا۔ اور ایک مورخ کے الفاظ میں۔

> ہزار ہا خرابیاں اور مصیبتیں اور پون صدی سے زائد کی خانہ جنگی دیکھنے کے بعد آخر کار بدقسمت رعایا نے بہبودی کی صبح دیکھی (رسالہ اسلام کلچر)

اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۳۳۴)

ان واقعات اور حالات کو غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ کیا اورنگ زیب نے ان ریاستوں کو تسخیر کرنے میں کوئی غلطی یا کوئی ظلم کیا۔ مولانا شبلی نے ٹھیک لکھا ہے،

اگر عالمگیر حیدرآباد اور بیجاپور کو فتح نہ کرلیتا تو بڑودہ اور گوالیار کی طرح ان شہروں پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا۔ ان سلطنتوں کا استیصال کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ ایک مرہٹی سلطنت کا استیصال تھا۔ (اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر صفحہ ۱۴)

اورنگ زیب نے ابوالحسن تاناشاہ سے جو سلوک کیا اس کے متعلق لین پول لکھتا ہے۔

مغل اعظم اسکے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا جیسے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے آتا ہے (اورنگ زیب صفحہ ۱۸۶)

مرہٹوں کی طرف توجہ کرنے سے پہلے سیواجی کے مختصر حالات لکھنے ضروری ہیں تاکہ سب حالات سمجھنے میں آسانی ہو۔

مرہٹے اور اورنگ زیب

سیواجی ساہو کا چھوٹا بیٹا تھا اور ۱۶۲۷ء میں پونا کے قریب پیدا ہوا۔ وہ فن سپہ گری کا بڑا شائق تھا اور پہاڑوں کے بھیل اور کولی اس کے یار غار تھے اس نے بہت جلد اپنے رفیقوں کی ایک جماعت فراہم کرلی اور آس پاس کے قلعوں پر ہاتھ مارنے شروع کردیئے یہ قلعے ایسے غیر معروف تھے کہ حکام بیجاپور نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ سیواجی کو اپنی قوت بڑھانیکا موقع ملا اور دور دور کے قصبوں پر چھاپے مارنے شروع کردیئے۔ بیجاپور سب سے طاقتور ریاست تھی لیکن وہ بھی سالہا سال تک اسکا تدارک نہ کرسکی۔ اب سیواجی کے پاس کئی قلعے اور ایک طاقتور جمعیت تھی

اسی اثناء میں عادل شاہ بیمار پڑا اور بیجا پور کے دربار میں سخت ابتری پھیل گئی، سیواجی نے آس پاس کے علاقوں پر دست درازی شروع کردی۔ اور اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر زیادہ خوشحال ہوتا اسی پر چھاپا مارتا۔ اور لوٹ لیتا سیواجی کی دست درازیاں جاری تھیں کہ شاہ جہاں سخت بیمار پڑا۔ اور بھائیوں کی جنگ شروع ہوگئی۔ عالمگیر بھی دکن سے روانہ ہوگیا۔ سیواجی کو اس سے زیادہ اور کیا اچھا موقع ملتا۔ اس نے چالیس قلعے بنوائے اور ایک فوج گراں تیار کی۔

اب بیجاپور والوں کو بھی ہوش آیا اور افضل خاں کو سیواجی کی سرکوبی پر روانہ کیا گیا۔ افضل خاں نے سیواجی کا ناطقہ بند کردیا۔ سیواجی نے معافی مانگ لی اور افضل خاں کو ملاقات کے وقت غداری اور دھوکہ سے مار ڈالا۔

سیواجی نے اس پر اکتفا نہ کرکے مغلیہ علاقہ پر دست درازیاں شروع کیں عالمگیر کو ابھی رقیبان سلطنت کے معرکوں سے فارغ نہ ہوا تھا تاہم اس نے امیرالامرا شائستہ خاں کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ شائستہ خاں نے آہستہ آہستہ قلعے پر قلعے فتح کرنے شروع کئے اور پونا کو بھی فتح کرلیا۔ سیواجی بھاگتا پھرتا تھا یہاں تک کہ دشوار گزار پہاڑ کی گھاٹیوں میں ایک دو ہفتہ سے کہیں زیادہ نہیں ٹھیر سکتا تھا۔

سیواجی نے اب اپنے قدیم طریقہ سے کام لیا اور شائستہ خاں کی بد احتیاطی سے فائدہ اٹھاکر ایک رات شبخون مارا۔ اور امیرالامرا کو اپنی جان بچاکر بھاگنا پڑا۔

سیواجی نے اب اور ہاتھ پاؤں نکالے اور سورت کے پاس جو بندرگاہیں تھیں ان پر چھاپا مارکر حجاج کو خوب لوٹا۔ اورنگ زیب کب تک اس دھوکہ باز کی غارتگری کو دیکھتا۔ اس نے راجہ جے سنگھ کو اس کی سرکوبی پر مقرر کیا۔ راجہ جے سنگھ نے پونا کو اپنا ہیڈکوارٹر بناکر تین مہینے کے اندر سیواجی کے تمام قلعے فتح کرلئے۔ سیواجی نے اطاعت قبول کرلی اور اسکے بعد کئی مہینوں تک سیواجی مغل جھنڈے کے نیچے

لڑتا رہا۔ پروفیسر جادو ناتھ سرکار لکھتا ہے:۔

تین مہینے سے بھی کم کے عرصہ میں جب اس نے مہم کی ابتدا کی جے سنگھ سیواجی کو پوری طرح مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اس مغرور سردار کو مجبور کیا کہ اپنی سلطنت کا بڑا حصہ اس کے حوالہ کر دے اور شہنشاہ کے باجگزار راجہ کی حیثیت سے خدمت کرے۔ یہ عظیم الشان فتح تھی سیواجی نے ان تمام احکام پر عمل کیا۔ بیجاپور کیخلاف جنگ میں اس نے ایک فوج کے دستہ کے ساتھ نمایاں خدمات انجام دیں۔ جیسا کہ خطوط سے ظاہر ہوتا ہے۔

چند دنوں بعد سیواجی کو دربار میں مدعو کیا گیا اور اسے پانچہزاری کا منصب عطا ہوا لیکن سیواجی کو اس سے زیادہ اعزاز کی امید تھی حالانکہ شروع میں کسی سردار کو بھی اس سے زیادہ منصب نہیں دیا جاتا تھا۔ خود جے سنگھ اور وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پانچہزاری سے زیادہ نہ تھا یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس مفتوح سردار کو اس سے بڑا منصب دیا جاتا۔ انگریز مورخین خواہ مخواہ اورنگ زیب پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے سیواجی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اور اسے تیسرے درجہ کے سرداروں میں جگہ دی گئی۔ مولانا شبلیؒ لکھتے ہیں۔

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا شاہی فوجوں نے اس کے تمام علاقے فتح کر لئے تھے وہ قلعہ میں چاروں طرف سے گھر چکا تھا اسکے خاص صدر نشین قلعے کے برجوں پر شاہی فوجوں کا پھریرا اڑ چکا تھا۔ ان مجبوریوں سے وہ ہتھیار رکھکر غلاموں کیطرح آیا اور دربار میں روانہ کیا گیا تاہم اس کے استقبال کے لئے عالمگیر نے دربار میں سب سے زیادہ موزوں شخص جو ہو سکتا تھا بھیجا پانچہزاری

امراء کی صف میں جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا اس کو جگہ دی
اس سے زیادہ وہ اور کیا چاہتا تھا۔ کیا شاہنشاہ ہند ایک مفتوح
راہزن کے لیئے تخت سے اتر آتا۔ (عالمگیر پر ایک نظر صفحہ ۳۰)

اسی وقت راجہ جے سنگھ کو ایک خط کے ذریعہ تمام واقعات سے مطلع کیا گیا اور دکن سے جواب آنے تک سیواجی کو دربار میں حاضر ہونیکا حکم نہیں تھا۔ اور اس کی نگرانی کی جاتی تھی۔

لیکن سیواجی دھوکا دیکر اس نظربندی سے بھی نکل بھاگا اور دکن کی ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی فوجوں پر غارت گری شروع کردی۔ میدان میں آکر بہادروں کی طرح لڑنا تو سیواجی جانتا ہی نہ تھا۔ اس کی تنبیہ کے لیئے کئی فوجیں بھیجی گئیں۔ جو کبھی شکست کھاتیں۔ اور کبھی فتح حاصل کرتیں، بالآخر ۱۶۸۰ء میں سیواجی مر گیا۔

آج اس بیسویں صدی میں سیواجی کو ہندوستان کا ہیرو بنایا جارہا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ بقول مولانا شبلی اس "مفتوح راہزن" کو ہیرو بنانا کہاں تک ٹھیک ہے۔ لیکن تاریخوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آج سے پیشتر سیواجی کو کوئی بھی ہیرو نہیں مانتا تھا۔ اس وقت اور بعد کے ہندو مورخین نے سیواجی کو سخت الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس وقت کسی کے وہم میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ کسی زمانہ میں سیواجی کو ہیرو بنایا جائیگا۔ تاریخ ظفرہ جس کے مصنف گردھاری لال ہیں۔ اور جو سیواجی کی وفات کے پچانوے برس بعد لکھی گئی اس میں سیواجی کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

سوائے مرہٹہ اپنے۔۔۔۔ باپ کا قائم مقام ہوکر
ان دونوں پرگنہ (سوپہ و پونہ) میں رہتا ہے اسیوائے مرہٹے نے

کہ بیباکی، بہادری، اور مکر و حیلہ میں بے نظیر تھا تھا یو پاکر کوکن
کے صوبہ میں غارتگریاں کیں (رسالہ معارف ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء)

یہ سننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آج جو طبقہ سیوا جی کی ہیرو سازی میں سب سے زیادہ بلند آہنگ ہے اس کی نسبت خود سیوا جی کی کیا رائے اور روش تھی۔

جب اس کو سب طرف سے فراغت حاصل ہو گئی تو اسکے دماغ میں برہمن ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ کیکا بھٹ کو جو بنارس کے مشہور پنڈتوں میں سے تھا طلب کر کے برہمنوں کا طریقہ عبادت سیکھا۔ دوسرے برہمن اس ارادے سے واقف ہوئے تو بھٹ کو مخفی طریقہ پر اس سے منع کیا۔ سیوا جی کو خبر ہوئی تو ناخوش ہوا اور یکقلم تمام برہمنوں کو ملازمت سے موقوف کر دیا کہ یہ بد طینت گدا پیشہ گروہ اپنی ذات کی بزرگی سے واجب الخدمت ضرور ہے لیکن اس سے خیر خواہی اور آقا پرستی کی کوئی توقع نہیں اور ان کی جگہ پر بھوان مین کایستھوں کی قوم کو مامور کیا۔ مقربان بارگاہ نے اگرچہ برہمنوں کی سفارش اور بحالی ملازمت میں بہت کوشش کی لیکن قبول نہ ہوئی۔ اس کے بیٹے سنبھا جی کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے دیوان نیلا بھٹ کو بھی جو برہمن تھا بدل کر اس کی جگہ ایک کایستھ کو مقرر کیا۔ (رسالہ معارف ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء)

سیوا جی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سنبھا جی جانشین ہوا یہ سخت ظالم و جابر آدمی تھا اور تمام لوگ اس سے نالاں تھے۔ سیوا جی ابھی زندہ ہی تھا کہ

اس کی سعادتمندی کے جوہر کھلنے لگے تھے۔ چنانچہ

سنبھاجی نے بھوپال گڈھ پر حملہ کیا اور اسکو جبراً قہراً مفتوح کرکے پانچ سو قیدیوں کو ہاتھ پاؤں توڑ کر مار ڈالا۔ سیواجی نے لڑکے کی اس لیاقت کی خبر پائی تو ملاقات کا اشتیاق ہوا اور رائے گڈھ میں آکر لائق لڑکے کے دیدار سے مسرت اندوز ہوا (رسالہ معارف ستمبر ۱۹۲۷ء)

اپنی تخت نشینی کے چند ہی دنوں بعد اس نے برہان پور پر دفعتہً حملہ کرکے نہایت سفاکی اور بیدردی سے شہر کو لوٹا اور آگ لگا دی۔

عالمگیر اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور مقرب خاں کو سنبھاجی کے استیصال کے لیئے روانہ کیا۔ مقرب خاں نے چند ہی دنوں میں سنبھاجی کو گرفتار کرلیا۔ جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو ملک بھر میں خوشی منائی گئی جب سنبھاجی دربار میں حاضر کیا گیا تو اس نے عالمگیر کو سخت گالیاں سنائیں۔ عالمگیر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ چنانچہ وہ قتل کردیا گیا۔ سنبھاجی کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا گیا کہ اس نے عالمگیر کو گالیاں دی تھیں۔ بلکہ اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ وہ سخت ظالم و جابر تھا۔ لیکن عالمگیر نے اس کے بیٹے سے جس کی عمر صرف سات سال کی تھی بڑا اچھا سلوک کیا۔ اسکا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ ہوتا تھا۔ ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میووں پر بسر کرتا تھا۔ عالمگیر کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہلا بھیجا کہ تم قید میں نہیں ہو بلکہ اپنے گھر میں ہو۔ اس لیئے تم کو بے تکلف کھانا کھانا چاہیئے۔

عالمگیر کی وفات کے بعد اسی ساہو نے خودمختاری کا علم بلند کیا لیکن

عالمگیر کے احسانوں کا اتنا پاس تھا کہ سب سے پہلے جا کر اس نے قبر کی زیارت کی۔
سنبھاجی کے قتل کے بعد رام راجہ تخت نشین ہوا۔ اس نے اکثر موقعوں پر شاہی فوجوں کو شکستیں دیں اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی تارا بائی نے مرہٹوں کی سرداری حاصل کی۔ اس نے بھی مدتوں شاہی فوجوں کو پریشان رکھا۔
عالمگیر نے اب قطعی طور سے فیصلہ کر لیا کہ وہ بذات خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لیکر مرہٹوں کا بالکل خاتمہ کر دے اسکے لیئے سب سے ضروری امر یہ تھا کہ ان کے تمام قلعے جو ان کی جائے پناہ تھے فتح کر لیئے جائیں۔ یہ قلعے ایسے محفوظ بلند اور مستحکم تھے کہ ان کا فتح کرنا بہت ہی مشکل کام تھا بعض قلعے دو دو میل کی بلندی پر تھے۔ راستہ سخت و شوار گزار ہے کئی کئی دن متواتر سفر کرنا پڑتا ہے لین پول مصائب راہ کے متعلق لکھتا ہے۔

کوچ کی حالت میں ناممکن العبور دریاؤں۔ سیلابی وادیوں۔ پر ضلاب نالوں اور تنگ راستوں نے کسقدر تکلیفیں دی ہونگی جہاں جہاں سامان رسد مہیا نہ ہوتا تھا اسکو ٹھیرجانا ہوتا تھا۔ اور چارہ گھاس کے نہ ملنے سے جانوران باربرداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی، خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے۔

لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود بیاسی برس کے اس باہمت بادشاہ نے آہستہ آہستہ مرہٹوں سے تمام قلعے چھین لئے اور انکو بالکل قلاقمان برباد کر دیا گیا۔ مرہٹے اب کوئی حکومت یا کوئی قوم نہیں رہے تھے۔ بلکہ ایک خانہ بدوش راہزن تھے جو ادھر

اُدھر آوارہ پھرتے تھے اور چوری چھپے لوٹ مار کرتے تھے۔

حسن قلی خاں کو اس کام پر مقرر کیا گیا کہ تمام ملک میں امن کی منادی کرا دی جائے اور رعایا کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے گھروں پر آ کر آباد ہو جائیں، کیونکہ اب مرہٹوں کا پوری طرح خاتمہ ہو چکا تھا۔

وفات

۴ ۲ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ کو اورنگ زیب نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ مگر تاجپوشی کی رسم ۱۰۶۹ھ میں ادا کی گئی تھی۔ پچاس سال اور تقریباً تین ماہ کی سلطنت کے بعد ۹۱ سال کی عمر میں ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۷ء کو جمعہ کے دن احمد نگر میں انتقال کیا اور قصبہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔

تاریخ وفات

علاوہ بیشمار تاریخوں کے ایک تاریخ وفات یہ بھی ہے "آفتاب عالمتاب" ۱۱۱۸ھ

اورنگ زیب کے ذاتی اوصاف

اورنگ زیب کی شجاعت، ہمت، بہادری اور دلیری سب مورخین نے تسلیم کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ بابر سے اورنگ زیب تک شجاعت و بہادری میں ہر ایک دوسرے سے ممتاز نظر آتا ہے۔ اکبر مست ہاتھیوں سے لڑنے کا بہت شائق تھا۔ شاہ جہاں نے شہزادگی میں تلوار سے شیر مارا ہے۔ لیکن اورنگ زیب بھی ان سے پیچھے نہیں رہا۔

ایک دفعہ شاہ جہاں ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ دو ہاتھی ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ کہ ایک ہاتھی اچانک تماشائیوں کی طرف ٹوٹ پڑا۔ میدان بالکل صاف تھا لیکن عالمگیر استقلال سے اپنی جگہ ڈٹا رہا اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا۔ ہاتھی نے سونڈ سے اورنگ زیب کے گھوڑے کو دور پھینک دیا لیکن یہ بہادر

شہزادہ جس کی عمر اسوقت صرف چودہ برس کی تھی لوٹ پوٹ کر اٹھا اور بڑھکر ہاتھی کو تلوار ماری۔ شاہ جہاں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اس نے عالمگیر کو سینہ سے لگایا اور اس پر موتی نچھاور کئے۔

سموگڑھ کی لڑائی میں اورنگ زیب کے ساتھ صرف تیس ہزار فوج تھی اور غنیم کی فوج ایک لاکھ سے بھی زائد تھی۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو اس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے۔ اسوقت لین پول نے اورنگ زیب کی شجاعت کی جو داد ان الفاظ میں دی ہے۔

جنگ کی یہ نازک حالت ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ اس کے چیدہ چیدہ رسالے پسپا ہو چکے تھے۔ اور وہ تنہا کھڑا تھا اور مشکل سے ایک ہزار آدمی اس کے گرد ہوں گے۔ اور ان کو بھی وار اکے حملوں کا انتظار تھا۔ اس سے زیادہ مستقل مستانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہیں ہوئی ہوگی لیکن اورنگ زیب کے بدن میں بجائے پٹھوں کے فولاد کے تار تھے صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ پر فتح دی۔

جب اورنگ زیب بیاسی برس کی عمر میں مرہٹوں کی سرکوبی کر رہا تھا تو اس کی بے نظیر شجاعت، عزم و ثبات اور مستقل مزاجی کے متعلق لین پول لکھتا ہے۔

مرہٹوں نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی۔ تو یہ بیاسی برس کا بوڑھا شہنشاہ جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہنچا آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوایا اور چاہتا تھا کہ حملہ کی سرداری خود کرے لیکن بڑی دقت سے اس کو اس ارادے سے باز رکھا

گیا۔ وہ اب بھی وہی سامانگڈھ کا جوان تھا جس نے اپنے ہاتھی
کے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا دی تھیں۔

اورنگ زیب کو جب بلخ کی مہم پر بھیجا گیا تو عبدالعزیز خاں سے معرکہ آرائی ہوئی عین جنگ کی حالت میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجیں چاروں طرف سے تیر برسا رہی تھیں لیکن استقلال کا یہ مجسم دیوتا نہایت اطمینان سے گھوڑے پر سے اترا۔ نماز کی صف قائم کی اور سکون کے ساتھ فرائض ادا کئے عبدالعزیز خاں نے جب یہ حیرت انگیز سماں دیکھا تو لڑائی سے ہٹ گیا اور کہا ایسے آدمی سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔

راجہ جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد جب راجپوتوں نے بغاوت کی تو اورنگ زیب خود راجپوتانہ پہنچا اور اپنے لڑکے شہزادہ اکبر کو شاہی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ راجپوتوں نے اکبر کو بادشاہت کا لالچ دیکر اپنی طرف کر لیا۔ اور اکبر ستر ہزار راجپوتوں کو ساتھ لیکر قریب آگیا۔ اسوقت عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی۔ لیکن اس کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر شہزادہ خود پسپا ہو کر چلا گیا۔

فوج کے سب سے دلاور سپاہی سادات بارہ گنے جاتے تھے۔ ایک موقع پر ان سب لوگوں نے درباریوں سے خانہ جنگی کی۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش۔ سادات نے کہا ہم اپنا فیصلہ خود کریں گے۔ عالمگیر نے آستین چڑھا کر کہا جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہیں وہ شریعت کے مقابلہ میں ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکال سکتے۔ کہدو سب ملک آئیں۔ یہ کہکر حکم دیا کہ پہرہ وغیرہ پر جس قدر سادات بارہ ہیں سب برطرف کردئے جائیں۔ سادات کا سارا غرور جاتا رہا۔

شہزادہ اعظم شاہ جس کی دلیری اللہ بہادری کا سکہ سارے ملک میں بیٹھا

ہوا تھا اورنگ زیب سے اتنا ڈرتا تھا کہ جب اس کا خط آتا تو شہزادہ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

عالمگیر نہایت سنجیدہ اور متین تھا کبھی کوئی نامناسب لفظ اسکی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ نہایت رحیم اور وسیع الظرف تھا۔ اہل کمال کا نہایت قدردان تھا لوگوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا۔ لہو و لعب کی باتوں سے قطعاً محترز تھا۔ خطا بخش اور جرم پوش تھا۔ اس نے زبان بھی قادر الکلام پائی تھی۔ اس کی تحریریں دیکھکر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔ مولانا محمد حسین آزاد بادل ناخواستہ لکھتے ہیں۔

> عالمگیر نے دل معتدل اور زبان قادر الکلام پائی تھی اس لیے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھوا تا تھا اس کی تحریریں دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ جس طرح اورنگ زیب سلطنت زیر قدم رکھتا تھا۔ اسی طرح کشور بخشی میں بھی زیر قلم۔ تمام انتظامی ہدایتیں اور اکثر نصیحتیں ہیں کہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں اس کی تحریر کو گلستاں سے تشبیہ دوں تو مضائقہ نہیں۔ اتنا فرق ہوگا کہ گلستاں کے خیالی مضمون ہیں اور اس کے حالی۔ عبارت اس کی جتنی پڑھنے میں سہل ہے اتنی ہی لکھنے میں دشوار ہے۔
>
> (اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر از مولانا شبلی مرحوم صفحہ ۱۳۵)

تعلیم کی حالت

عالمگیر کے عہد میں درس و تدریس کو جس قدر ترقی ہوئی ہندوستان میں کسی عہد میں اتنی ترقی نہ ہوئی تھی۔ ہر شہر میں تمام عالموں اور فاضلوں کے وظیفے مقرر کر دیئے تھے تاکہ وہ مطمئن ہو کر تعلم و تعلیم میں مشغول رہیں اس کے ساتھ ہی

ہر طالب علم کے لیے بھی وظائف تھے۔
جسٹس سمیع اللہ بیگ اپنی کتاب "ہند عہد اورنگ زیب" میں لکھتے ہیں
سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قدیم زمانہ میں تعلیم کا نقطہ نظر موجودہ زمانہ سے علیحدہ تھا۔ اس کے طریقے جدا تھے۔ پڑھانا ایک معزز پیشہ تھا۔ سب لوگ اس کو باعث عزت سمجھتے تھے۔ اور اس کام کو بخوشی انجام دیتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر رئیس محلہ کے لیے اپنے دروازہ پر مکتب قائم کرنا ایسا ہی اس کے ریاست کے لوازمات میں سے تھا جیسے کہ گھوڑے ہاتھی کا پالنا۔ بہت سے ایسے مکتب تھے جہاں ہندو مسلم یکجا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسکے علاوہ ہندو مسلمانوں کے علیحدہ مکتب بھی تھے۔ کپتان ہملٹن سندھ کے ایک شہر کے متعلق لکھتا ہے۔۔۔

یہ شہر علوم فقہ و فلسفہ و سیاسیات کے لیے مشہور ہے ان علوم میں لڑکوں کو تعلیم دینے کے لیے تقریباً چار سو کالج موجود ہیں۔

اگر ایک سندھ کے ساحل کی یہ حالت تھی تو اس زمانہ میں پایہ تخت کے قریب قریب شہروں کی تعلیمی نظر سے کیا حالت ہوگی اسکا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۵)

تجارت کی حالت

تجارت کے متعلق جسٹس موصوف ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔
جب ہم اورنگ زیب کے عہد میں تجارت کا حال پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان تجارت اور صنعت و

حرفت میں کسقدر ترقی کر چکا تھا تو ہمیں اپنی اس حالت پر سخت
افسوس ہوتا ہے۔ ہندوستان کا مال فرانس۔ ہالینڈ، پرتگال
اور انگلستان میں بھیجا جاتا تھا۔ اور ان ممالک میں اس مال کی
بہت مانگ تھی۔ یہ مال کیا تھا؟ لوہا۔ قیمتی جواہرات۔ مصالح
کپڑا اور کھن وغیرہ۔ چھینٹ تو یہاں اسقدر خوبصورت چھپتی تھی
کہ دنیا میں کہیں کا رنگ بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کپڑے
کی مانگ نہ صرف مغربی ممالک بلکہ پیگو و سماٹرا میں بھی تھی۔
(ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۱۳)

یہ قصے اور کہانیاں نہیں ہیں بلکہ واقعات ہیں اور ایک فرانسیسی کپتان کے قلم سے اگر جیسا کہ اورنگ زیب کے دشمن کہتے ہیں۔ اسکے عہد میں ملک کی حالت تباہ کن تھی۔ اور لڑائیوں اور جھگڑوں کی کثرت تو اس وسیع پیمانہ پر تجارت کیسے ہو سکتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ بیحد خوش حال تھے۔ اور ہندوستان کے باشندے اپنی زیست کے اسباب فراہم کرنے کیلئے اتنے پریشان نہیں تھے جتنے کہ آج کل نظر آتے ہیں۔

کپتان ہملٹن ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں عمدہ سے عمدہ کپڑا بکثرت ایسا ملتا تھا جس کی
مثال یورپ میں ملنی دشوار تھی۔ یہاں روئی کا ایسا کپڑا بنایا جاتا
ہے جو بہت باریک اور ملائم ہوتا ہے اور اس قدر پائدار کہ
دنیا کبھی اپنی زندگی میں استعمال نہیں کیا۔ (ہند عہد اورنگ زیب
میں صفحہ ۳۸۔)

اس کے علاوہ ہندوستانیوں نے تمام فنون لطیفہ مثلاً قساعی، نقاشی

مصوری اور اس قسم کی دوسری صنعتوں میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ اب ہندوستان انہیں چیزوں کا محتاج ہے جس کی مصنوعات نہ صرف تمام ایشیا و افریقہ، بلکہ تمام یورپ میں بکثرت جاتی تھیں جس ظالمانہ طریقے سے ہماری ان مصنوعات کو برباد کیا گیا ہے اس کے متعلق جسٹس موصوف لکھتے ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ دار ہندوستان کے نداف اور اس کی صنعت کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے مختلف اقسام کی تدابیر استعمال کرتے تھے۔ پہلے کچھ رقم پیشگی دیکر انکو ملازم رکھتے تھے........ اور جو چاہتے تھے وہ کام ان سے لیتے تھے۔ اگر کسی نے کچھ بھی خلاف معاہدہ کیا تو ٹکٹی میں باندھ کر بیڈیں سے سزا دیتے تھے۔ ان کی انگلیوں کو مختلف اقسام کی ایذا پہنچاتے تھے۔ ۱۸۱۲ء میں جو شہادت تھامس منرو نے دی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی کے عہدہ داران ندافوں کو بھیڑوں کی طرح ایک مقام پر جمع کر کے کھڑا کرتے تھے اور ان پر پہرہ بھی مقرر کر دیا جاتا تھا۔ کہ جب تک وہ نداف حسب دلخواہ کمپنی کے معاہدہ پر دستخط نہ کر دیں اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائیں مسٹر کاکس نے شہادت دی تھی کہ اس طریقہ سے معاہدہ کے پابند جلاہوں کی تعداد صرف ان کے ایک کارخانہ میں پندرہ سو ریگولیشن ایکٹس ۱۹۳ء کے بموجب جس پارچہ باف نے کمپنی سے پیشگی رقم لے لی پھر اسکو یہ حق نہ تھا کہ کسی دوسرے کا کام بنا دے اگر کوئی پارچہ باف ایک سے زیادہ کارگاہ اپنے گھر رکھے گا تو بڑا تاوان دینا پڑیگا۔ فوجداری میں مقدمہ چلایا جائے گا۔

عہدہ داران کمپنی کو ان کے مکانوں میں خلاف مرضی داخل ہو جانیکا اختیار بھی دیدیا گیا تھا۔ (ہند عہد اورنگ زیب میں صفحہ ۳۹)

یہ تھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی حالت اور اس کی ظالمانہ کارروائی۔ انگریز مورخین اس الزام سے بچنے کے لیئے ہندوستان کی صنعت کو برباد کرنے کا سارا الزام مسلمانوں پر لگا دیتے ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد میں تجارت کو جتنی ترقی ہوئی اسکا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ دلی کے بازار کے متعلق خلاصتہ التواریخ میں ہمکو یہ دلچسپ جملے نظر آتے ہیں اسکو ذرا پڑھیئے اور پھر آج کے زمانہ سے اسکا مقابلہ کیجیئے۔

اس بازار میں دنیا کے ہر شہر اور بندرگاہ کی قیمتی۔ اور نایاب اشیاء مل سکتی ہیں۔ اور ایک جگہ لاکر فروخت کی جاتی ہیں۔ لعل بدخشاں۔ چمکدار موتی، اور پکھراج۔ اور عمان کے موتی اور اور دیگر اقسام کے اعلیٰ خوبیوں کے جواہرات ایک جگہ ملتے ہیں۔ دوسری جگہ ہر قسم کا پارچہ، سامان سوداگری۔ ہتھیار، کھانے پینے کی اشیاء خوشبو --- اور دیگر اشیاء ملتی ہیں۔ ایک اور جگہ پر خشک اور تر میوہ ہر ملک کا فروخت ہوتا ہے اور دوسری جگہ ہاتھی باد رفتار گھوڑے، تیز قدم اونٹ اور دیگر ہزاروں جانور ملتے ہیں،

...... ہر روز خرید و فروخت کی چہل رہتی ہے اور خریداروں اور فروخت کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہوتی ہے، یہ کیفیت ہے کہ ایک دن میں شاہی سامان جو ایک سلطنت کے لیئے کافی ہو سکتا ہے اور ہزاروں سپاہیوں کا سامان ایک گھنٹہ کے اندر فراہم ہو سکتا ہے (رسالہ شمع ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء)

منوچی جس نے اپنا زیادہ تر زمانہ اورنگ زیب کے عہد میں گذار ہے
اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں کامل امن وامان تھا۔
تجارت خوب زوروں پر تھی۔ سڑکیں نہایت اچھی حالت میں تھیں لوگ خوشحال
تھے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

مغل سلطنت میں ہر سڑک پر سرائیں تھیں۔ جو قلعہ کیطرح
مستحکم تھیں اور ان میں آٹھ سو سے لیکر ہزار آدمی تک معہ اپنے
گھوڑوں۔ اونٹوں اور بیل گاڑیوں کے قیام کر سکتا تھا آگرہ اور
ڈھاکہ کے درمیان بہت زیادہ آمد و رفت رہتی تھی! اسلئے ہر گاؤں
میں سرائے تھی سرائیں اور گاؤں بکثرت تھے اور کھانا بہت ارزاں
تھا۔ بعض سرائیں بہت خوبصورت اور مضبوط تھیں (رسالہ شمع
ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء)

مندرجہ بالا تمام واقعات کو پیش نظر رکھکر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگ زیب
کے عہد میں ہندوستان بار برداری اور آمد و رفت کے معقول ذرائع کے اعتبار
سے خوش قسمت تھا۔ زمانہ کی ضرورت کے مطابق کافی طور پر رعایا کی حفاظت
ہوتی تھی۔ ہندوستان میں تجارت بڑھتی ہی رہی اور اندرون ملک اسکو ہمیشہ
فروغ ہوتا رہا۔ سڑکیں اور شاہراہیں محفوظ تھیں ملک خوشحال اور فارغ البال تھا
شہر اور بندرگاہیں پر رونق تھیں، غرضیکہ سلطنت مغلیہ اور بالخصوص اورنگ زیب
پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسکے عہد میں ہندوستان کی حالت بد تر تھی بالکل
غلط ہے۔

الحمد للہ کہ اورنگ زیب غازی رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت پورے ایک سال کی محنت کے بعد ختم ہوگئی۔

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ سیرت نگاری کے لئے جس واقفیت اور علمیت کی ضرورت ہے وہ مجھ میں نہیں ہے اور مجھے اس کا بھی اعتراف ہے کہ یہ کتاب فن سیرت کے اعتبار سے مکمل بھی نہیں کہی جاسکتی مگر یہ تو حقیقت ہے کہ آجتک اسلام کے اس نامور مجاہد اور متقی فرزند کے متعلق جو کچھ شایع ہوا ہے اس سے بہر حال یہ کتاب بہتر اور مکمل ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بدنصیب مغل اعظم کے متعلق آجتک اردو انگریزی اور فارسی میں جو مخالف اور موافق چھپا تھا اس کی روح اس کتاب میں نظر آرہی ہے جسکی اشاعت کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی۔

اورنگ زیب کی روح لرزتی ہوگی، جب اس پر بعض کمین اور جاہل اور حسد پیشہ ہندو تعصب اور سخت گیری اور طمع کا الزام اپنی جہالت اور تعصب سے لگاتے ہوں گے اور مسلمانوں کی طرف سے اس کی مدلل تردید کے جواب میں خاموشی برتی جاتی ہوگی اور ہندوستان کی نئی نسل کے سامنے اورنگ زیب جیسا متقی مدبر بادشاہ ایک جابر وظالم ڈاکو اور خوفناک انسان کے لباس میں درندہ نظر آتا ہوگا حالانکہ واقعات اسکے خلاف تھے اور یہی وہ جذبہ تھا جس نے مجھ جیسے کم علم انسان کو عالمگیر جیسے علم و عمل کے آفتاب کی سوانح عمری لکھنے پر مجبور کیا۔

اگرچہ یہ کتاب ضخامت کے اعتبار سے بہت حقیر ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اگر کتاب بہت زیادہ ضخیم شایع کی جاتی تو اس کی اشاعت بہت کم ہوتی اور میرا یہ مقصد

بالکل فوت ہو جاتا کہ اورنگ زیب کی صحیح شخصیت کو زیادہ سے زیادہ ہندوستانیوں تک پہنچایا جائے۔

میں شریف ہندو اہل قلم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس کتاب کو پڑھیں اور دیکھیں کہ جو اس کتاب میں لکھا ہے وہ تاریخ کی کسوٹی پر صحیح ہے یا غلط؛ اگر واقعات اسکے خلاف نہ ہوں تو کم سے کم ان کو ان الزامات کی تردید کے لئے میدان میں آنا چاہیئے جو صدیوں سے ہندوؤں کی جانب سے ہندوؤں کے اس سب سے بڑے محسن پر لگائے جا رہے ہیں کیونکہ ہندوؤں کا ان کمینہ الزامات کی تردید کرنا متحدہ قومیت اور متحدہ ہندوستان اور شرافت اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

اور اگر وہ اس کتاب کے دلائل سے مطمئن نہ ہوں تو مجھے مدلل طریقہ سے مطلع فرمائیں کہ میں نے کس واقعہ کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا اور وہ یقین جانیں کہ مجھے اپنی غلطی تسلیم کرنے میں ہرگز تامل نہ ہوگا بشرطیکہ مستند تاریخ سے اس کتاب کے مندرجہ واقعات کی تردید ہو سکے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے رفیق کار جناب مولانا سید نصیر احمد صاحب بی اے (جامعہ) کی اس محنت اور تلاش اور جستجو کا اعتراف نہ کروں جو ممدوح نے انگریزی، فارسی اردو کی صدہا کتابوں اور رسائل کے لاکھوں صفحات کی ورق گردانی کر کے اس کتاب کی ترتیب میں میرا ہاتھ بٹایا۔ انھوں نے جتنی محنت اس کتاب کی تیاری میں کی ہے اس کا اقتضا یہ تھا کہ میں اس کتاب کو انھیں کے نام سے شایع کرتا مگر میں جانتا ہوں کہ ان کو اپنا اتنا تذکرہ بھی ناگوار گذرے گا تاہم کہ میں نے ان کی مرضی کے خلاف ان صفحات پر انکی محنت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں

اگر میری یہ سعی ملک میں مقبول ہوئی تو بہت جلد غازی محمد طارق، فاتح ہسپانیہ

غازی محمد بن قاسمؒ فاتح سندھ غازی سلطان محمودؒ غزنوی غازی سلطان شہاب الدینؒ غوری غازی احمد ابدالیؒ وغیرہ نامور فاتحین اسلام کے حالات شایع کروں گا۔ جو اگرچہ مختصر ہوں گے، مگر ہوں گے مدلل۔ کیونکہ میرے خیال میں اس کی بڑی ضرورت ہے کہ کم علم مسلمانوں ۔۔۔ کو تاریخ اسلام کے ان نامور فاتحین کے حالات سے باخبر کیا جائے جن کی شمشیر خارا شگاف نے کفرستان میں علم توحید بلند کیا اور جن کے غیر معمولی عزم و استقلال نے تاریخ میں ایک زبردست انقلاب برپا کیا اور جن کے وجود پر مسلمان قوم کو فخر ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

راقم

سید عزیز حسن بقائی پیرزادہ درگاہ حضرت خواجہ
باقی باللہ دھلوی

۵۔ رجب المرجب ۱۳ سنہ مطابق ۱۰۔ دسمبر ۲۹ سنہ ۱۹ء

قابل شوہر وہی ہے

جو عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ لے اور محبوبہ سے لطف اندوز ہونے کا صحیح طریقہ جانتا ہو ازدواجی زندگی کی نازک ذمہ داریوں کو سمجھتا ہو

شب عروسی پڑھ لینے کے بعد تمہیں یہ سب باتیں معلوم ہو جائینگی اور تم کو خانگی زندگی میں جنت کا لطف آئیگا نوجوانوں کے لئے علم الازدواج پر یہ معرکۃ الآرا کتاب عرصہ دراز کی محنت اور ہندی و انگریزی کی صدہا کتابوں کی ورق گردانی کے بعد بصرف کثیر حال ہی میں لکھی گئی ہے۔ مغرب کی تازہ ترین صنفی تحقیقاتوں کا جوہر ہے اس میں ازدواجی زندگی کی اہم ذمہ داریوں کا گنجینہ۔ محبوبہ سے صحیح معنوں میں لطف اندوزی کے صحیح طریقے۔ مواصلت کے اوقات جسم نسوانی کی مکمل تشریح استقرار حمل کی کیفیت اور اس کے طریقے زمانہ حمل کے متعلق ضروری ہدایات وضع حمل کے آسان طریقے غرضکہ ہر ایک وہ بات جس کی ہر ایک شادی شدہ عورت و مرد کو ضرورت ہے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے علاوہ بریں اس میں ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے وہ بیش قیمت طریقے درج ہیں جنھیں آپ لاکھوں روپیہ صرف کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ کتاب کی عبارت اس قدر پر کیف اور رنگین ہے کہ ایک مرتبہ شروع کر کے جب تک ختم نہ ہو جائے آپ کتاب کو اگر ہاتھ سے رکھدیں تو ہمارا ذمہ۔ مبصرین کی رائے ہے کہ اخلاقی پیرایہ میں صنفی معلومات پر بہترین کتاب آجتک ہندوستان میں اس سے پہلے شایع نہیں ہوئی اس کتاب کی صرف فہرست مضامین کے لئے ایسے ایسے سولہ صفحات درکار ہیں ضخامت ۱۶۰ صفحہ اور قیمت صرف ایکروپیہ۔

ملنے کا پتہ

نیشنل لمٹڈ پوسٹ بکس ۱۰۵ دہلی

عورت کے توہمات
عورت کی تجارتی شادی
عورت کیسے مرد کو پسند کرتی ہے
کوک شاستروں میں کیا ہوتا ہے
سنسکرت کے کوک شاستر
طلسمی ساز کو چھیڑنے کی ضرورت
عورت دنیا کی بہشت زار
شوہر کی تسخیر کا مجرب عمل
معصوم دل پر نقش اولین
بادۂ شفقت کا خمار
عورت کی پیشانی کا جھومر
محبت شعاری کا نقش اولین
خوش مزاجی کا طلسمی تعویذ
خوش مزاجی سب سے بڑی تسخیر ہے
ایثار و قربانی کی زندہ مورت
خوبصورت چہرہ پر حیا کی نقاب
شان خودداری کا پر کیف نظارہ
موہنی صورت سے دشمنی
عورت کی معصومیت
عورت عورت کی خواہش پوری کر سکتی ہے
کوک شاستر کی چار عورتیں
فحش کتابوں کی اشاعت
عورت کی جاذبیت
عورت کی متضاد فطرت
عورت کے قدموں پر عزت کا تاج
صنفی معلومات کی ضرورت
عورت کو قابو میں لانے کی گھاتیں
جاذبیت اور دلکشی کا نمونہ عورت
جذبہ محبت کی بیداری
حسن و جمال کی آخری دلکشی
حب اور موہنی کے چلتے ٹوٹکے
خانہ بربادی کا المناک منظر
کامیابی کے گلشن میں ناکامی

۱۳۸ ے
شان محبوبیت میں چار چاند
ایک مشہور فلاسفر کا زاویہ نگاہ
بچی شرم اور جھوٹی شرم
قبل از وقت اخلاقی نشوونما
عورتوں کی پارلیمنٹ
خرمن محبت میں نئے شرارے
دامن نسائیت پر بدنما داغ
زخم دروں کے لئے مرہم کافوری
نظام آفرینش کا انحصار
لڑکیوں کے لئے ورزش
ورزش کے لئے بہترین زمانہ
روزانہ غسل کی عادت
نہال تمنا کی بے ثمری
مجسمہ دوشیزگیت بستان شباب میں
زخم دروں کے لئے مرہم کافوری
نظام آفرینش کا انحصار
لڑکیوں کے لئے ورزش
ورزش کے لئے بہترین زمانہ
روزانہ غسل کی عادت
نہال تمنا کی بے ثمری۔
مجسمہ دوشیزگیت بوستان شباب میں
عہد شباب کی سحر کاریاں
منزل شباب میں خار سیاہ
حریم حسن سے چھیڑ چھاڑ
خارجی چیزوں سے لطف اندوزی
عاقبت اندیشی کا فرض
شمع حسن کے فانوس
کامیاب زندگی۔
جرعہ کشی مواصلت کا مقصد
اظہار محبت و حفظ لطف فانی
عضو نسوانی سے ناواقفیت
جنس مخالف کی ہم آغوشی
محراب جمال کی صفائی

صدف عصمت میں آب نیساں
اتحاد تناسلی کی ضرورت
باغ رابستہ کی گلچینی
مذموم عادات کا دفعیہ
نخل محبت کی بیخ کنی
نسوانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ
فرائض کا گرانبار پشتارہ
بچوں کے لئے کھیل کود
مناظر فطرت کا پر کیف اثر
صحبت جسمانی کا اثر
زندگی کا نیا دور
سرور دل کی بار آوری
شاہراہ شباب کے نشیب فراز
بادۂ شباب کی مدہوشیاں
معصوم ہستیوں سے لطف اندوزی
خدا، جمال کی عزت
سسرال والوں کی محبت
کامیابی میں ناکامیاں
عہد شباب کا تلاطم
ساغر مواصلت میں بادۂ محبت
پر سرور بادۂ مواصلت
پوشیدہ اعضائے جسم
منزل عیش کا پر کیف راستہ
ایوان عصمت کا سبز مہر لفافہ
اعضائے نسوانی کا سرتاج
پیکر نازکی مجبوریاں
حصار عصمت کی تسخیر
اس کتاب میں عورت سے لطف اندوز ہونے کے ہزارہا وسائل موجود ہیں اسکے علاوہ نسوانی جذبات و علاج بچہ کی پرورش و برتھ کنٹرول یہ پیدا ہونے کا سامان غرض کوئی پہلو ایسا نہیں چھوٹا جس میں مرد کی لطف اندوزی تشنہ رہ جائے۔ یہ ایک باب کی فہرست مضامین ہے ایسے دس باب کتاب میں ہیں